احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصاراللہ ربوہ

ستمبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پس خدا کے سامنے جب باتیں کریں تو ایسی باتیں کریں کہ خدا کو ان پر پیار آئے

"وہ لوگ جو اپنے آباء و اجداد کا ذکر زندہ رکھتے ہیں ان کے آباء و اجداد کی عظیم خوبیاں نسلاً بعد نسلٍ قوموں میں زندہ رہتی ہیں"

"پس تمام دنیا میں جماعتوں کو احمدی بزرگوں کی یادوں کو زندہ کرنے کی مہم چلانی چاہیئے اور تمام تربیتی کلاسوں میں ان کے ذکرِ خیر کو ایک لازمی حصہ بنا دینا چاہیئے"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۹۳ء بیت الفضل۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور نے حسب ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:-

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّاO اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًاO جَنّٰتِ عَدْنِ اِلَّتِي وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّاO (سورة مریم: آیات ۶۰ تا ۶۲)

بعدہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"آج خدا کے فضل کے ساتھ دنیا کی بعض جماعتوں میں یا اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں یا مجالس شوریٰ اور ایک مجلس شوریٰ کل بھی ہوگی۔ اس سلسلہ میں مجھے متعلقہ جماعتوں کی طرف سے خصوصیت سے یہ پیغام ملا ہے کہ اگر آج کے جمعہ میں ہمارا ذکر کرتے ہوئے کچھ نصائح ہو جائیں تو ہم ممنون ہوں گے۔ ان میں ایک تو صوبہ سرحد ہے جس کا سب سے پہلے پیغام ملا تھا۔ پھر یوگنڈا ہے۔ ان دونوں جگہوں میں جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا ہے۔ صوبہ سرحد کی جماعتوں کا تو چوتھا جلسہ سالانہ ہے اور یوگنڈا میں بھی جلسہ سالانہ ہے۔ جماعت جرمنی میں مجلس شوریٰ ہو رہی ہے اور مجلس اطفال الاحمدیہ ضلع اٹک کا سالانہ تربیتی اجتماع ہو

رہا ہے۔ کل سے جماعت سپین کی مجلس شوریٰ پیڈرو آباد میں شروع ہوگی۔ تو دو حصے ہیں۔ ایک اجتماعات کا اور ایک شوریٰ کا۔ سب سے پہلے میں اجتماعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض نصیحتیں ان احباب اور خواتین اور بچوں کو کرنی چاہتا ہوں جو ان اجتماعات پر جمع ہوئے ہیں اور اسی حوالے سے دنیا بھر کی جماعتوں کو بھی وہی نصیحتیں ہیں اور اس کے بعد انشاء اللہ مجلس شوریٰ سے متعلق چند اہم بنیادی امور پیش کروں گا۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا تعلق تربیت سے ہے اور تربیت کے ایک ایسے حصہ سے ہے جس کا قوموں کی زندگی اور بقا سے تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ

وہ نیک لوگ تھے جنہوں نے اپنے پیچھے بعض ایسی اولادیں چھوڑیں جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ اور شہوات کی، اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگے۔ فسوف یلقون غیًا۔ پس وہ عنقریب ضرور اس کا بد نتیجہ غیًا کی صورت میں دیکھیں گے۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو نیک لوگوں کی اولاد ہوئے اور پھر خود بھی توبہ کی یعنی از سر نو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کو تازہ کیا۔ و عمل صالحًا اور نیک اعمال کرتے ہوئے زندگی گزاری۔

فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْـًٔا

یہ لوگ جنتوں میں داخل کئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی یعنی اعمال کی جزاء میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ

یہ ہمیشگی کی جنتیں ہیں۔ ان جنتوں کا وعدہ رحمان خدا نے غیب سے اپنے بندوں سے فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ کَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا۔ اور یقیناً اللہ کا وعدہ ضرور لایا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب خدا ایک وعدہ کرلیتا ہے تو جس سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس معاملہ میں بے اختیار اور بے بس ہو جاتا ہے اور خدا نے ضرور وعدہ پورا کر کے اس کے سامنے حاضر کر دینا ہے۔ پس یہ جنتیں ایسی ہیں گویا زبردستی ان میں داخل کیا جائے گا یعنی خواہش تو ہر انسان کی ہوگی لیکن خواہش کرنے والے سے زیادہ اللہ کو ان کو جنتوں میں داخل کرنے کا شوق ہوگا۔ یہ مضمون ہے جو "ماتیًا" کے ذریعہ بیان فرما دیا گیا یعنی میزبان کو مہمان سے بڑھ کر مہمان کی عزت افزائی کا شوق ہے اور تمنا ہے اور وہ ضرور اس تمنا کو پورا کر کے رہے گا۔ اس سلسلہ میں لفظ "غیًا" خاص توجہ کا محتاج ہے۔ اس لئے میں نے وہاں اس کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ یہ ذکر کیا کہ ایسے لوگ جو نیک لوگوں کی اولاد ہوں مگر نمازوں کو ضائع کر دیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی شروع کر دیں وہ ضرور بالآخر "غیًا" تک

پہنچتے ہیں۔ "غیًا" کا ایک ترجمہ "الضلال" ہے یعنی گمراہی گویا ان کا گمراہی کی طرف سفر شروع ہو جاتا ہے۔ پھر ہے "الخیب" وہ ضرور ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں۔ پھر اس کا ترجمہ ہے "الانھماک فی الجہل" بے وقوفی اور جہالت میں وہ اپنا وجود کھو دیتے ہیں یعنی کامل طور پر بے وقوفی اور جہالت کے ہو رہتے ہیں۔ جہالتوں میں غرق ہو جاتے ہیں۔ پھر ہے "الھلاک" اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس وہ قومیں جن کا آغاز مذہبی ہو اور جن کا آغاز اللہ کے حضور تقویٰ کے ساتھ شروع ہوا ہو۔ ان لوگوں کی اولادیں اگر نماز سے ہٹ جائیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی شروع کر دیں تو یہ وہ انجام ہیں جن تک وہ ضرور پہنچیں گے۔

اس دور میں یعنی حضرت مسیح موعود.......... کے زمانہ میں ہم نے جماعتوں کے حالات کا جہاں تک مطالعہ کیا ہے اور غور کیا ہے یہ آیت ہر پہلو سے بلاشبہ صادق آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نیک لوگ جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ خود ایمان لاتے ہیں اور سچائی کو قبول کرتے ہیں وہ شاذ و نادر کے طور پر ضائع ہوتے ہیں ورنہ ان کی بھاری اکثریت کامل وفا کے ساتھ آخر وقت تک اس پیغام کے ساتھ چمٹی رہتی ہے اور وہ ہر لمحہ نیکیوں اور تقویٰ میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔ کبھی بھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا کہ انبیاء کی جماعتیں خود ضائع ہو گئی ہوں۔ ہاں جب انبیاء کی جماعتیں گزر جاتی ہیں اور ان کی جگہ نئی نسلیں آتی ہیں تو وہاں سے خطرات شروع ہوتے ہیں۔ پس قرآن کریم نے یہاں قومی بقا کا فلسفہ بیان فرمایا ہے اور ان خطروں سے متنبہ کیا ہے جن کے نتیجہ میں قومیں بالآخر تنزل، جہالت، گمراہی اور جہل اور ہلاکت کا شکار ہو جایا کرتی ہیں۔ پس وہ تمام جماعتیں جو آج ان اجتماعات میں تربیت کی غرض سے حاضر ہو رہی ہیں اور وہ تمام جماعتیں بھی جو اس خطبہ کو سن رہی ہیں ان کو میں خصوصیت کے ساتھ اس آیت کے مضمون کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ ہمیں یعنی اس صدی کے سر پر کھڑے ہوئے لوگوں کو ایک نئے زمانہ کے چیلنج کا سامنا ہے۔ ہم ایسے جوڑ پر کھڑے ہیں جہاں ایک نسل ہی نہیں بلکہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل بھی تقریباً گزر چکی ہے۔ (..........) کا زمانہ ختم ہوا اور شاذ کے طور پر برکت کے لئے دیکھنے کو ملتے ہیں اور وہ کبار تابعین جو (.........) کے تربیت یافتہ تھے وہ بھی اکثر گذر چکے ہیں اور تابعین کا وہ گروہ باقی ہے جو چھوٹی عمر کا تھا اور ابھی اللہ کے فضل سے تابعین کا ایک طبقہ دنیا کی تمام جماعتوں میں نہیں تو بہت سی جماعتوں میں پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ان سے بڑی توقع اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ نیکی کی اعلیٰ روایات کو اگلی نسلوں میں جاری کریں گے۔ یہ وہ خطرناک جوڑ ہے جو دو صدیوں کا بھی جوڑ ہے اور نسلاً بعد نسل تیسرا جوڑ بنتا ہے اور اس جوڑ کی اگر ہم نے حفاظت کی اور ان آیات کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اپنی آئندہ نسلوں کے نگران ہوئے تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔

صلوٰۃ کی حفاظت کے متعلق میں ذکر کر چکا ہوں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ اس مضمون پر روشنی ڈالوں گا۔ شہوات کے مضمون کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے میرا خیال ہے کہ آئندہ انشاء اللہ تربیتی خطبات دوں گا۔ آج محض یہ ذکر ہی کافی ہے کہ یہ دو خطرات کے نشان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ہمارے سامنے کھول کر بیان فرما دیا اور تنبیہ کر دی۔ اب آگے ہم پر ہے کہ ہم چاہیں تو تنبیہ کو نظر انداز کر کے اپنے لئے ھلاکت کی راہ اختیار کر لیں خواہ اس تنبیہ سے فائدہ اٹھائیں اور راہ راست پر قائم رہیں۔ اس ضمن میں بہت سی ایسی نصیحتیں کی جا سکتی تھیں جن کے پیش نظر جماعتیں اپنی نسلوں کی حفاظت کرتیں اور سارا قرآن کریم اس مضمون سے بھرا پڑا ہے لیکن میں نے آج خصوصیت کے ساتھ ایک آیت کو چنا ہے تاکہ اس مضمون کو کچھ آگے بڑھاتے ہوئے اس آیت کی روشنی میں آپ کو نصیحت کروں کہ کیسے نئی نسلوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔

قرآن کریم نے جو بہت سے ذرائع بیان فرمائے ہیں ان میں ایک ذریعہ ذکر کا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے آباء واجداد کا ذکر زندہ رکھتے ہیں ان کے آباء واجداد کی عظیم خوبیاں نسلاً بعد نسلٍ قوموں میں زندہ رہتی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کا ذکر زندہ رکھتے ہیں صفاتِ الٰہیہ ان قوموں میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی رہتی ہیں اور تربیت کی جان صفات الٰہیہ ہیں۔ پس اس پہلو سے اگر ہم اپنی آئندہ نسلوں کی ویسی ہی تربیت کرنا چاہتے ہیں جیسی پہلی نسلوں کی ہم نے دیکھی اور پہلی نسلوں نے ہماری کرنے کی کوشش کی تو ایک مرکزی نصیحت کا نکتہ جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اس کو پلے باندھ لیں اور اس پر دل و جان سے عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

کہ جب تم مناسکِ حج سے فارغ ہو جایا کرو تو

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ

پھر تم اللہ کا ویسے ذکر کیا کرو جیسے تم اپنے آباء کا ذکر کرتے ہو۔ او اشد ذکرا بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر ذکر۔ حج کے وقت یوں معلوم ہوتا ہے جیسے انسان خدا کی گود میں ہے اور ہر طرف سے نیکیوں نے اس کو گھیرا ہوتا ہے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد پھر دنیا میں واپس لوٹتا ہے اور اس وقت خطرات درپیش ہوتے ہیں ان خطرات سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ ذکر الٰہی پر زور دو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کرتے ہو اور جب ایک نسل جو (.........) کی نسل ہے وہ گذر جاتی ہے تو اگلی نسل میں ایک قسم کا ویسا ہی ماحول پیدا ہوتا ہے جیسے حج سے باہر آ گئے ہوں۔ جیسے دوبارہ زمانے کے خطرات کے سامنے ان نسلوں کو پیش کر دیا گیا ہو اس وقت بھی یہی مضمون کار فرما ہو گا اور

حفاظت کا یہی ایک طریق ہے جو کار آمد ثابت ہوسکتا ہے کہ ذکر میں پناہ لو۔ ذِکرکُم اباءکُم کا مضمون سمجھنے کے لائق ہے۔ دنیا میں جتنی قومیں ہیں وہ اپنی اعلیٰ روایات کی حفاظت اپنے قومی ہیروں اور بزرگوں کا ذکر کر کے کیا کرتی ہیں۔ اگر قوموں کی تاریخ سے ان کے آباء کا ذکر مٹا دیا جائے اور فراموش کر دیا جائے تو وہ قومیں اپنی ان تمام روایات کو بھول کر ان رستوں کو کھودیں گی جن روایات پر چلتے ہوئے ان کے آباء نے بعض رستوں پر قدم مارے تھے اور ترقیات ان کو نصیب ہوئی تھیں۔ پس ذکر کا مضمون آئندہ نسل کی تربیت کے ساتھ ایک بہت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہاں جو ذِکرکُم اباءکُم فرمایا گیا ہے اس میں مثال تو دنیا کے ذکر کی دی ہے لیکن مذہبی تعلق میں نصیحت ہے اس لئے ہمیں ذِکرکُم اباءکُم کی بھی وہ تشریح کرنی پڑے گی جو قرآنی آیات کے مطابق ہو اور قرآن کے مضمون کے مطابق ہو۔ اگر دنیا کی قوموں سے کہا جائے کہ تم اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کرتے ہو تو ان کے ذہن میں مختلف قومی ہیرو ابھریں گے مگر جب مذہبی دنیا میں گفتگو ہو تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرمایا گیا ہو اور آپ کے غلاموں کو مخاطب فرمایا گیا ہو تو ذِکرکُم اباءکُم کا مضمون ایک اور رنگ اختیار کر جاتا ہے۔

یہ ذکر ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کا ذکر ملتا ہے۔ ابراہیمؑ کا ذکر ملتا ہے۔ نوحؑ کا ذکر ملتا ہے۔ آدمؑ کا ذکر ملتا ہے اور ابراہیمؑ کے بعد نسلاً بعد نسلٍ ان اولادوں کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے اپنے آباء کے ذکر کی حفاظت کی تھی۔ پس یہ ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے جیسے دو چیزیں ایک دوسرے میں پیوستہ ہو کر یک جان ہو جائیں اور ایک کا دوسرے سے فرق نہ رہے تو اپنے بزرگ آباء کے حوالے سے اپنی اعلیٰ روایات کو زندہ رکھو اور ذکر الٰہی میں اور بھی زیادہ شدّت اختیار کرو۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت کا یہی طریق تھا۔ بزرگوں کے حوالے سے نیک لوگوں کے حوالے سے نصیحت فرمایا کرتے تھے اور بزرگ آباء کے ذکر کو تفاخر میں شمار نہیں فرماتے تھے بلکہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب آپ کی دو ازواج مطہرات میں کچھ اختلاف ہوا اور ایک نے دوسری کو طعنہ دیا کہ تم تو یہودن ہو۔ یہودی نسل سے ہو۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور جب شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا۔ تم کیوں غم کرتی ہو۔ تمہیں یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ میرا خاوند بھی خدا کا رسولؐ ہے اور میرے باپ دادا بھی خدا کے رسول تھے۔ تم مجھے کیا طعنہ دیتی ہو۔ یہ ذِکرکُم اباءکُم کی ایک مثال ہے یعنی بزرگوں کا ذکر جن کا تعلق خدا سے باندھا گیا ہو تفاخر میں داخل نہیں ہے اور مؤمنوں کو یہی زیب دیتا ہے کہ ایسا ہی ذکر کیا کریں اور وہ ذکر خود بخود خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے انداز میں آپ کو بڑے بڑے نامور عرب لوگوں کا کہیں کوئی ذکر دکھائی نہیں دے گا۔ کہیں

کوئی ذکر نہیں ملے گا۔ وہ بڑے بڑے عرب راہنما اور ہیرو اور بڑے بڑے سردار جن کے ذکر سے عربی شاعری اٹی پڑی ہے ان کا کوئی ذکر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے آپ کو نہیں ملتا۔ ان آباء کا ذکر ملتا ہے جن کا قرآن کریم میں ذکر موجود ہے جن کا خدا سے تعلق تھا اور وہ ذکر لازماً اللہ کے ذکر کی طرف لے جاتا ہے اور "اَشَدَّ ذِکرًا" بن جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خدا تعالیٰ کے ذکر پر خطاب فرمایا کرتے تھے تو بعض دفعہ اتنا جوش پیدا ہو جاتا تھا کہ ایک موقعہ پر جب کہ خدا تعالیٰ کی صفات جلال و جمال کا ذکر فرما رہے تھے تو وہ منبر کانپنے لگا جس پر آپؐ کھڑے تھے اور روایت کرنے والے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ڈر تھا کہ یہ منبر اس جوش کے ساتھ لرزتے لرزتے ٹوٹ کر زمین پر جا پڑے گا اور ہمیں ڈر تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گر کر چوٹ نہ آ جائے تو یہ "اشدّ ذکرا" کا مضمون ہے جو حدیث سے ہمیں سمجھ آتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے سمجھ آتا ہے کہ جب خدا کا ذکر آئے تو وہ ساری روح پر قبضہ کر لے اور انسان کے وجود میں ایک غیر معمولی شان اور جلال پیدا ہو جائے۔ اس کا وجود خدا کے ذکر سے لرزنے لگے اور ماحول کو لرزہ براندام کرے۔ ایسی ریڈیائی لہریں پھیلا دے کہ جن تک وہ لہریں پہنچیں وہ بھی ان سے غیر معمولی طور پر متاثر ہو کر اسی ذکر کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں۔ یہ "اَشدَّ ذکرًا" کا مضمون ہے۔ اس کا جماعت احمدیہ کی موجودہ نسلوں کی تربیت کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت سے ایسے بزرگ آباء و اجداد جنہوں نے حضرت مسیح موعود.......... کے زمانہ میں یا آپ کے بعد خلافت اولیٰ یا خلافت ثانیہ میں بیعتیں کی تھیں اور غیر معمولی دینی ترقیات حاصل کیں۔ غیر معمولی قربانیاں دیں ان کا ذکر اگلی نسلیں بھول رہی ہیں اور ان کے ماں باپ بھی اس ذکر کو زندہ نہیں رکھتے۔ نتیجۃً وہ کتابوں کے پھول بنتے جا رہے ہیں اور کتابیں بھی ایسی جن کو کم لوگ پڑھتے ہیں پس یہ انداز جو ہے یہ زندہ رہنے کا انداز نہیں ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں زندگی کا جو راز سمجھایا ہے اس کی رو سے آپ کو اپنے آباء و اجداد کے ذکر کو لازماً زندہ رکھنا ہو گا۔ چنانچہ گذشتہ چند سالوں میں مَیں نے جماعتوں کو بار بار نصیحت کی کہ وہ سارے خاندان جن کے آباء و اجداد میں (.........) یا بزرگ تابعین تھے ان کو چاہیئے کہ اپنے خاندان کا ذکر خیر اپنی آئندہ نسلوں میں جاری کریں مگر افسوس ہے کہ ابھی تک اس طرف کماحقہ توجہ نہیں دی گئی۔ مجھ سے جو خاندان ملنے آتے ہیں ان کے بچوں سے جب میں پیار کی باتیں کرتا ہوں تو بسا اوقات یہ بھی پوچھا کرتا ہوں کہ تمہارے دادا کا نام کیا ہے، تمہارے نانا کا نام کیا ہے پس وہ ابو امی یا ممی ڈیڈی تک ہی رہتے ہیں اور آگے نہیں چلتے۔ یہ بہت ہی خطرناک بات ہے۔ ماں باپ بھی سنتے ہیں تو ان کے چہرے پر ہوائیاں نہیں اڑتیں بلکہ ہنس پڑتے ہیں کہ دیکھو جی اس کو تو اپنے نانا کا نام نہیں پتہ، اپنے دادا کا نام نہیں پتہ۔ یہ کوئی لطیفہ تو نہیں یہ تو

المیہ ہے۔ یہ تو بہت ہی دردناک بات ہے۔ ان کو تو یہ بات دیکھ کر لرز جانا چاہیئے تھا کہ جن کے ذکر کو زندہ رکھنا حقیقت میں ضروری ہے، جو آئندہ ان کے اخلاق کی حفاظت کریگا ان کے ذکر سے تو یہ لوگ غافل ہیں۔ ان کو پتہ ہی نہیں کہ ہمارے آباء و اجداد کون تھے۔ کیا ہوئے۔ انہوں نے دین کی خاطر کیا کیا قربانیاں کیں؟۔ پس پہلے کَذِکرِکُم اٰبَاءَکُم کے مضمون سے بات شروع کریں اور ان نیک لوگوں کے ذکر کو اپنی اپنی مجالس میں زندہ کریں۔ اپنی اپنی قوموں میں ان کے ذکر کو زندہ کریں اور پھر ہر خاندان میں اس ذکر کو زندہ کریں۔ پھر جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ یہ ذکر لازماً ذکر الٰہی میں تبدیل ہوگا کیونکہ ان کے ذکر کی تو جان ہی اللہ کے تعلق میں ہے۔ یہ وہ پاک نسلیں ہیں جو خدا کی ہو چکی تھیں۔ ان کا خدا کے سوا کوئی تشخص دکھائی نہیں دیتا۔ اب اگر حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی بات کریں تو ان کے آباء و اجداد، خاندان، قومیت کا کسی قسم کا کوئی تصوّر ہرگز ذہن میں نہیں آتا۔ ایک ایسا پاک آسمانی شہزادہ دکھائی دیتا ہے جو کلیۃً خدا کا ہو چکا تھا اور اس نے اپنے خون کے ایک ایک قطرہ سے اپنی وفا ثابت کی۔ اس کو "ذِکرِکُم اٰبَاءَکُم" کہتے ہیں یعنی مذہبی اصطلاح میں آباء کا ذکر کرنا اور یہ ذکر تو خدا پر ختم ہوتا ہے اور خدا کے علاوہ اس ذکر کی حقیقت کوئی نہیں رہتی۔ ذکر بنتا ہی نہیں۔ ان بزرگوں کا ذکر کر کے ناممکن ہے کہ خدا یاد نہ آئے۔ پس ان معنوں میں آپ اپنی اگلی نسلوں کی تربیت کریں۔ مجھے پتہ ہے کہ تربیت کے لئے بہت سی تقریریں ہونگی، مضامین لکھے جائیں گے۔ نصیحتیں ہونگی مگر ایسی تقریریں اور ایسی نصیحتیں جو علمی لحاظ سے کوشش کر کے تیار کی گئی ہوں اگر ان میں دل نہ ہو تو بے اثر ہوتی ہیں۔ کوئی اثر پیدا نہیں کرتیں۔ تقریروں میں اثر پیدا کرنے کے لئے ایک لگن چاہیئے جس میں ایک انسان کا سارا وجود اس مضمون میں شامل ہو جائے جو وہ پیش کر رہا ہے اس کے بغیر زبان میں اثر پیدا نہیں ہو سکتا اور یہ وہ ذکر ہے جو مَیں بتا رہا ہوں کہ اس ذکر کے ساتھ کوئی زبان بھی اثر کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔ کسی لمبی چوڑی تیاری اور محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف تاریخ کے اپنے ان اوراق کو کھولیں اور دیکھیں تو سہی کہ پہلے لوگ کیسے تھے اور کیا تھے، کن کن خاندانوں کے بزرگ کن کن قربانیوں کے بعد احمدیت میں داخل ہوئے اور احمدیت میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے کیا کیا قربانیاں دیں۔ کس طرح وفا کے اعلیٰ نمونے دکھائے۔ کس طرح آخری سانس تک وہ خدا کے ہو رہے اور خدا ہی کی خاطر وہ جیئے اور خدا ہی کی خاطر مرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذکر کو زندہ کرنا ضروری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے جو بے وفائی نہیں کیا کرتے۔ شاذ کے طور پر بہت ہی کم ارتداد کے کچھ نمونے ان نسلوں میں ملتے ہیں اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ان کے اندر دین داخل ہی نہیں ہوا تھا۔ دنیا کی خاطر یا کسی اور دھوکے میں آکر وہ دین میں داخل ہوئے۔ خالی آئے اور خالی واپس چلے گئے لیکن بہت کم مثالیں ہیں۔

بھاری مثالیں وہ ہیں جو آخر وقت تک باوفا رہے اور ثابت قدم رہے لیکن آگے نسلوں میں آپ کو وہ بات یا دکھائی نہیں دیتی یا بعض نسلیں دین سے سرک کر دور ہٹ چکی ہیں اور کوئی رابطہ نہیں رہا۔ پس آج ضرورت ہے کہ ان کو کھینچ کر واپس لایا جائے اور ان کو خدا کی طرف واپس لانے کے لئے بہترین طریق اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھا دیا ہے۔ ان سے خالی خدا کی بات کر کے دیکھیں ان میں کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ کئی ایسے لوگ ہیں جن سے میرا رابطہ ہو چکا ہے یعنی صوبہ سرحد کے دورے کرتا رہا ہوں۔ بنگلہ دیش کے دورے کرتا رہا ہوں اور سیالکوٹ وغیرہ کی ایسی کئی دیہاتی جماعتیں ہیں وہاں دوروں وغیرہ پر رابطہ کر کے دیکھا ہے کہ جو خشک سے ہو چکے ہوں، جن کے دل بجھ چکے ہوں، جن میں ولولہ باقی نہ رہا ہو ان سے براہ راست خدا کے متعلق باتیں کریں، نصیحت کریں کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن اگر ان کو یہ بتائیں کہ تمہارا باپ فلاں تھا اور یہ یہ کیا کرتا تھا۔ تمہارے باپ نے احمدیت کے لئے یہ قربانیاں دیں تو ان کی آنکھوں میں ایک شمع سی جلنے لگتی ہے۔ اچانک ایک جان پیدا ہو جاتی ہے انہماک پیدا ہو جاتا ہے اور اس ذکر کے ساتھ پھر اللہ کے ذکر کی طرف ان کو منتقل کریں تو وہ بڑے شوق اور ذوق کے ساتھ آپ کے ساتھ قدم بقدم آگے بڑھتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے ان مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا ایک راز ہمیں سکھا دیا ہے۔ صوبہ سرحد میں خصوصیت کے ساتھ ایسی بہت سی نسلیں پھیلی پڑی ہیں اور پنجاب میں اور بنگال میں اور اسی طرح بعض دوسرے ممالک میں بھی موجود ہیں مثلاً یوگنڈا ہے جس میں آج اجتماع ہو رہا ہے وہاں بڑے بڑے دین کے لئے عظیم الشان قربانی کرنے والے خدمت دین میں منہمک رہ کر زندگی گزارنے والے وجود تھے اور ان کی تاریخ سے یوگنڈا کی تاریخ روشن ہے لیکن آگے اولادیں یا ٹھنڈی پڑ گئیں یا کسی وجہ سے پیچھے ہٹ گئیں اور بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے جماعت سے تعلق کلیۃً توڑ لیا۔ بعض ایسے ہیں جو ایسا تعلق رکھ رہے ہیں جو گویا نہ ہونے کے برابر ہے لیکن جب بھی ان سے رابطہ ہوا ہے اور ان کے آباء واجداد کے ذکر سے ان کو میں نے واپس آنے کی نصیحت کی ہے تو خدا کے فضل سے نیک اثر پیدا ہوا ہے۔ یوگنڈا کے دورہ کے وقت بھی، کینیڈا کے دورہ کے وقت بھی ایسے خاندان مجھے ملے کہ جب ان کے آباء کا ذکر کیا گیا تو ایک دم آنکھیں چمک اٹھیں اور ایک ذاتی تعلق پیدا ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور پھر احمدیت کے ساتھ تعلق ساتھ ساتھ قائم ہوتا چلا گیا تو یہ ایک گر ہے جو قرآن نے ہمیں سکھایا ہے اسے استعمال کریں۔ پھر دیکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی آئندہ نسلوں کی اعلیٰ اقدار کی حفاظت ہوگی اور وہ اقدار جو مٹ چکی ہیں انہیں از سر نو زندہ کیا جا سکے گا۔ مثال کے طور پر میں نے صوبہ سرحد کے بعض بزرگوں کے نام پیش نظر رکھے ہیں۔ حضرت مصلح موعود...... نے ایک دفعہ صوبہ سرحد کے بزرگوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور یہ بیان کیا کہ حضور یعنی حضرت مصلح موعود......... کے علم کے مطابق کوئی اور ایسا صوبہ

کوئی اور ایسا ملک نہیں جس میں صوبہ سرحد کی طرح بڑے لوگوں نے احمدیت کی طرف توجہ کی ہو اور جس کثرت سے صوبہ سرحد میں بڑے بڑے لوگوں نے احمدیت کیطرف توجہ کی ہے اور خدمت دین میں اعلیٰ نمونے قائم کئے ہیں۔ حضرت مصلح موعود....... فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اور مثال دکھائی نہیں دیتی۔ اس مضمون کو پکڑتے ہوئے میں آج بعض مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ خصوصیت سے صوبہ سرحد جہاں یہ اجتماع ہو رہا ہے ان کو اپنے آباء کا ذکر سن کر خوشی ہو اور طبیعت میں ولولہ پیدا ہو اور وہ اپنی آئندہ نسلوں کو بتائیں کہ ہم کون تھے اور ہمارا زندگی کا پانی کن پاک چشموں سے پھوٹا تھا جو رفتہ رفتہ اب دریا بنتا چلا جا رہا ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے خاندان پھیلتے پھیلتے اب اس طرح پھیل چکے ہیں کہ سب دنیا میں پھیل چکے ہیں اور مستحکم ہو چکے ہیں تو اس رنگ میں اس ذکر خیر سے میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو گی اور آج میں نے جو یہ گاؤن پہنا ہوا ہے یہ بھی خصوصیت سے اس وجہ سے پہنا ہے کہ یہ صوبہ سرحد کا گاؤن ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کو سرحد کی تاریخ یاد کراتے وقت گاؤن بھی وہ پہنوں جو ان کو دکھائی دے کہ ہمارے ملک کا ہے اور زیادہ اپنائیت محسوس ہو۔ اب میں حضرت مصلح موعود....... کا یہ اقتباس آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اس صوبہ میں (یعنی صوبہ سرحد میں) بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ احمدی ہوئے ہیں۔ پنجاب کے احمدیوں میں اس قسم کا اثر و رسوخ رکھنے والے ہزار میں سے ایک بھی نہیں (یہ دیکھیں، کتنا فرق نمایاں کر کے آپ نے دیکھا اور دکھایا) لیکن صوبہ سرحد میں ہر سو احمدیوں میں سے ایک دو ایسے ہیں جو چوٹی کے خاندانوں میں سے ہیں۔ پنجاب میں تو کوئی ایک دو ہو گئے جیسے نواب محمد علی خان صاحب رئیس یا ملک عمر علی صاحب ہیں مگر صوبہ سرحد میں خاندانی وجاہت اور اثر و رسوخ رکھنے والے کئی ہیں۔ مثلاً صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب کے بھائی بہت بڑے خاندان میں سے ہیں۔ (مراد حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب سے ہے جو صاحبزادہ عبدالحمید، صاحبزادہ عبدالسلام، صاحبزادہ عبدالرشید صاحب کے اور ان کے بہنوں بھائیوں کے والد تھے اور صوبہ سرحد کا بہت ہی معزز خاندان تھا اور ان کے نیک اثرات بڑی مدت تک سارے علاقے پر قائم رہے اور اس خاندان کی عزتیں رہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ پھر کیوں اور کیا ادبار آیا کہ بظاہر بچے مخلص بھی ہیں لیکن پھر بھی وہ اثر و رسوخ باقی نہیں رہا۔ کوئی اندرونی کمزوری ایسی ہوئی ہو گی جس کے نتیجہ میں یہ رسوخ مٹ گئے ورنہ اللہ تعالیٰ نیک اثرات کو مٹنے نہیں دیا کرتا جب تک انسان کے اندر کوئی خامیاں نہ پیدا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوا لیکن ان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے بزرگ نیک آباء کی اعلیٰ رسموں کو مضبوطی سے دوبارہ اختیار کریں اور زندہ کریں اور پھر

دیکھیں کہ دنیاوی اثر خود بخود غلاموں کی طرح پیچھے چلا آئے گا۔ دنیاوی اثر کی خاطر نہیں کرنا بلکہ قرآنی بیان کے مطابق ان آباء کے ذکر کو زندہ کرنا ہے جن کا ذکر قرآن زندہ فرماتا ہے۔ وہ ذکر زندہ کرنا ہے جو ذکر الٰہی کی طرف لے جاتا ہے اور پھر "اشدّ ذکرا" بن کر خدا کی یاد میں منتقل ہو جاتا ہے۔ دنیا کے اثرات اور دنیا کے رسوخ تو پھر غلاموں اور لونڈیوں کی طرح پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ انہوں نے تو آنا ہی آنا ہے)

پھر فرماتے ہیں:۔

"........ اسی طرح دلاور خان صاحب ہیں، محمد اکرم صاحب ہیں، محمد اکبر صاحب ہیں، احیاء الدین صاحب ہیں۔ (یہاں جنرل احیاء الدین مراد ہیں)۔ محمد علی خان صاحب ہیں۔ ملک عادل شاہ صاحب ہیں۔ امیر اللہ خان صاحب ہیں۔ عبدالحمید صاحب زیدہ والے ہیں۔ گویا چند سو احمدیوں میں سے ایک درجن کے قریب ایسے احمدی ہیں جو بھاری اثر و رسوخ رکھنے والے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نسبت کے لحاظ سے باقی ہندوستان میں با اثر خاندانوں میں سے کم احمدی ہوئے ہیں"۔

(الفضل قادیان 9۔ دسمبر 1944ء)

احمدیت کی صوبہ سرحد میں تاریخ جماعت احمدیہ کے آغاز کی تاریخ کے ساتھ اکٹھی شروع ہوتی ہے۔ پہلے (رفیق) جنہوں نے حضرت مسیح موعود........ کے ہاتھ پر 1889ء میں بیعت کی اور لدھیانہ کی بیعت میں شامل ہوئے ان کا نام حضرت مولوی ابوالخیر عبداللہ صاحب تنگے براہ تھا۔ یہ تنگے براہ جگہ کا نام ہے۔ حضرت مسیح موعود........ نے ان کی نہ صرف بیعت لی بلکہ ان کو آگے بیعت لینے کی اجازت دی اور اپنا نمائندہ مقرر فرمایا کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میری نمائندگی میں میری بیعت لوگوں سے لیا کرو۔ ان کی آگے کوئی اولاد نہیں تھی اور اس میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان تھا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے روحانی اولاد کثرت سے عطا فرما دی اور جسمانی اولاد کی کمی اس طرح پوری ہو گئی کہ حضرت مسیح موعود.......... اور آپ کی روحانی اولاد کے درمیان ایک واسطہ بن گئے۔ دیگر (رفقاء) حضرت مسیح موعود....... میں خان بہادر قاضی عبدالقادر خان صاحب پشاور شہر کا ذکر بھی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے 25 اگست 1889ء میں بیعت کی۔ بیعت لدھیانہ میں تو شامل نہیں ہوئے لیکن اسی سال بیعت کر لی۔ قاضی محمد حسین صاحب "خان العلماء" جو پشاور شہر کے رئیس تھے اور وزیر افغانستان رہے ہیں ان کے یہ پوتے تھے۔ خان بہادر قاضی عبدالقادر خان صاحب۔ ان کی اولاد کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ کہاں گئی۔ کیا ہوا؟ یہ سرحد کی جماعتوں کا کام ہے کہ ان کو تلاش کریں۔ پھر حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری ہیں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے خسر تھے۔ حضرت قاضی عبدالرحمان صاحب محلہ باقر شاہ پشاور حضرت مولانا غلام حسن خان

صاحب کی بیعت 17۔ مئی 1890ء کی ہے اور حضرت قاضی عبدالرحمان صاحب کی بیعت 28۔ دسمبر 1890ء کی ہے۔ پھر حضرت سید احمد شاہ صاحب ولد میر بادشاہ صاحب پشاور ہیں۔ انہوں نے 20 فروری 1892ء کو بیعت کی۔ پھر .... حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید صاحب ہیں۔ آپ نے دسمبر 1900ء میں بیعت کی۔ پھر حضرت مولوی حبیب اللہ صاحب باندھی ڈھونڈاں ایبٹ آباد بیعت اکتوبر 1901ء۔ پھر حضرت مولوی محمد یحیی صاحب دیپ گراں ہزارہ بیعت 1906ء۔ یہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب جو لاہوری جماعت کے موجودہ امیر ہیں ان کے والد تھے۔ پھر قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی۔ ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب جو آج کل شکاگو میں ہیں ان کے والد ہیں اور ان کی نسل بھی اللہ کے فضل سے احمدیت پر مضبوطی سے قائم ہے اور اکثر نیکیوں میں آگے آگے ہے۔ پھر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب ہیں جن کو "شیر خدا" کا لقب عطا ہوا۔ انہوں نے مئی 1902ء میں بیعت کی تھی۔ پھر مکرم امیر اللہ خان صاحب آف اسماعیلہ ہیں۔ ان کی اولاد میں ایک کے سوا باقی سب خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہیں۔ ہمارے بشیر رفیق صاحب جو امام صاحب کہلاتے ہیں ان کی بیگم کے دادا تھے۔

دیگر بزرگان جن کی اولاد مخلص احمدی ہے یا اکثریت اللہ کے فضل سے اچھی مخلص احمدی ہے ان میں قاضی محمد شفیق صاحب ہیں۔ حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب ہیں جو ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کے دادا اور بشیر رفیق صاحب کے نانا تھے۔ خان بہادر دلاور خان صاحب کا ذکر ہو چکا ہے۔ صاحبزادہ ہاشم جان صاحب مجددی ان کی ایک ہی بیٹی ہے وہ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور بڑی مخلص احمدی ہیں۔ مرزا غلام حیدر صاحب ہمارے مرزا مقصود صاحب وغیرہ کے والد تھے۔ یہ مشہور خاندان ہے۔ کرنل صاحبزادہ احمد خان صاحب ساکن مٹھا ضلع مردان۔ صاحبزادہ سیف الرحمان صاحب آف بازید خیل۔ منشی محمد دانشمند خان صاحب جو بشیر رفیق خان صاحب کے والد تھے۔ (فوت ہو چکے ہیں) مکرم محمد اکرم خان صاحب درّانی۔ ان کے بیٹے محمد ہاشم خان صاحب کے بیٹے کی شادی چوہدری فتح محمد صاحب۔ سیال کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ فقیر محمد خان صاحب ایگزیکٹو انجینئر۔ خان بہادر محمد علی خان صاحب بنگش آف کوہاٹ۔ مکرم محمد خواص خان صاحب آف رشکی جو ڈاکٹر سعید خان صاحب کے والد تھے۔ عبدالقیوم خان صاحب آف شیخ محمدی۔ قاضی محمد عمر جان صاحب آف ہوتی۔ آدم خان صاحب جو سابق امیر ضلع مردان تھے۔ اب بھی خدا کے فضل سے زندہ اور بہت ہی مخلص فدائی دین کا علم رکھنے والے بزرگ ہیں۔ صوفی غلام محمد صاحب آف ڈیرہ اسماعیل خان۔ ان کی اولاد یہاں انگلستان میں موجود ہے۔ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں جن کی اولاد کا تعلق یا خلافت احمدیہ سے کٹ کر لاہوری جماعت

ے ہو گیا یا سرکتے سرکتے وہ جماعت احمدیہ کے دائرہ سے باہر نکل گئے۔ ان بزرگوں کی ایک لمبی فہرست ہے اور اس وقت وقت نہیں ہے کہ وہ ساری فہرست پیش کر سکوں۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جن کا ہماری تاریخ میں ذکر نہیں ملتا لیکن صوبہ سرحد کے سفر کے دوران جب بعض بڑے بڑے لوگوں سے میری ملاقاتیں ہوئیں تو انہوں نے خود یہ تسلیم کیا اور بتایا کہ ان کے والد مخلص احمدی تھے لیکن حضرت مسیح موعود......... سے تعلق سیاسی وجوہ سے مخفی رکھتے تھے اور جہاں تک ان کے عقائد کا تعلق ہے وہ نہ صرف احمدی بلکہ حضرت مسیح موعود....... سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ بعض ایسے بزرگ ہیں جو زندہ ہیں اور بڑے بڑے سیاسی مناصب پر پہنچے ہوئے بھی ہیں ان کا نام لینا مناسب نہیں کیونکہ ان کے والد اپنی نیکی کے باوجود شرماتے تھے تو وہ تو پھر اور بھی زیادہ خفت محسوس کریں گے اور گھبرائیں گے کہ ہمیں کیوں احمدیت کی طرف منسوب کر دیا گیا مگر پرائیویٹ مجالس میں وہ ذکر کرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے پرائیویٹ مجالس میں ذکر کرنا چاہیئے۔ وہی رستہ ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ آباء کے ذکر سے خدا کے ذکر کی طرف ان کو منتقل کر دیں۔ آباء کا ذکر کرتے ہوئے ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھیں اور ذکر اللہ میں جا کر اپنی آخری منزل تک پہنچیں اور وہاں اپنے سفر کا اختتام کریں۔ یہ وہ طریق ہے جس سے ہم بہت سی کھوئی ہوئی اعلیٰ اقدار کو واپس لے سکتے ہیں، دوبارہ اختیار کر سکتے ہیں۔ اور قوموں کی زندگی کا راز اس میں ہے اور قرآن کریم کی اس آیت نے بہت ہی گہرا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا ہے جس کا قوموں کے عروج اور زوال سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ پس یوگنڈا ہو یا صوبہ سرحد کی جماعتیں ہوں یا پنجاب کی یا بنگلہ دیش کی جماعتیں ہوں یا ہندوستان وغیرہ دنیا میں اور جہاں جہاں بھی احمدیہ جماعتیں ہیں جن میں پہلی نسل کا تعلق (رفقاء) یا تابعین سے تھا وہ خصوصیت سے میرے پیش نظر ہیں ان کے علاوہ بھی جہاں تک میں نے نظر ڈالی ہے۔ مثلاً افریقہ کے بعض ممالک میں ایسے بزرگ بھی ہیں جنہوں نے نہ (رفیق) دیکھا نہ تابعی سے تربیت حاصل کی مگر اخلاص میں غیر معمولی ترقی کر گئے اور اپنے علاقے میں اخلاص اور قربانی کی عظیم الشان مثالیں قائم کر گئے ہیں جو زندہ جاوید ہونگی۔ ایسے علاقوں میں ان سے بات چلانی چاہیئے۔ پس تمام دنیا میں جماعتوں کو احمدی بزرگوں کی یادوں کو زندہ کرنے کی مہم چلانی چاہیئے اور تمام تربیتی اجلاسوں میں ان کے ذکر خیر کو ایک لازمی حصہ بنا دینا چاہیئے۔ سب سے زیادہ زور اس بات پر ہونا چاہیئے کہ آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگ آباء واجداد کے اعلیٰ کردار اور اعلیٰ اخلاق کا علم ہو۔ ان کی قربانیوں کا علم ہو۔ ان کا ذکر کریں تو ان کا دل اس سے پگھلے اور ان کی محبت اللہ کی محبت میں تبدیل ہونے لگے۔ جن بزرگوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں بلکہ بہت سے ایسے ہیں کہ ان کا ذکر جب آپ پڑھتے ہیں تو

خواہ آپ کا ان سے خونی رشتہ نہ بھی ہو آپ کا دل ان کی محبت میں اچھلنے لگتا ہے۔ پس جن کا خونی رشتہ ہے ان کے اوپر تو ان کی مثالیں بہت گہرا اثر کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ قرآن کریم کے بیان فرمودہ اس اہم تربیتی نکتہ کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کر کے عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں اور ساری دنیا میں ذِکرِکُم اٰبَآءَکُم کا ایک سلسلہ جاری ہو جائے جو لازماً "او اشدَّ ذکراً" پر ختم ہو یعنی اللہ کے زیادہ شدید زیادہ پُرجوش زیادہ محبت والے ذکر پر اس کا انجام ہو۔

اس کے بعد اب اگرچہ وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے لیکن مجلس شوریٰ سے متعلق کچھ باتیں ضرور کرنی چاہتا ہوں۔ میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ مجالس شوریٰ خلافت کے بعد جماعت احمدیہ میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ خلافت اور شوریٰ یہ دو مضمون ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دینی نظام کی جان ان دو چیزوں میں ہے۔ اس پہلو سے میں نے تمام دنیا میں مجالس شوریٰ کے انعقاد پر زور دیا اور کوشش کر رہا ہوں کہ ان کے اوپر نظر بھی رکھوں اور اگر کہیں غلطیاں ہو رہی ہیں تو اپنے سامنے ان کی اصلاح کر دوں تاکہ آئندہ صدی میں ہماری طرف سے کوئی غلط روایات نہ آگے پہنچ جائیں اور جہاں تک مجلس شوریٰ کی روایات کا تعلق ہے یہ حضرت مصلح موعود.......... کی خلافت کے ایک بڑے لمبے دور پر پھیلی پڑی ہیں اور بہت ہی قیمتی روایات ہیں ان سے آشنائی کے بعد مجلس شوریٰ کا جو تصور دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور ذہن پر نقش ہوتا ہے اس تصور کو میں نے ان مجالس شوریٰ میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے اور کر رہا ہوں اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا مگر میں نے محسوس کیا ہے کہ مجلس شوریٰ پر جب نظر نہ رکھی جائے یا مجلس شوریٰ میں شامل لوگ یہ سمجھیں کہ ہم اس وقت آزادی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم پر کوئی نظر نہیں ہے تو وہ بدکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رستے سے ہٹنے کی کوشش کرتے ہیں اور دنیا کی مجالس شوریٰ کی بعض باتوں سے متاثر ہو کر ایسے انداز اختیار کر لیتے ہیں جن کا تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس ان کو بار بار سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں میں نے جہاں تک یورپ کی مجالس سے خطاب کیا ہے ان کا ریکارڈ موجود ہے۔ میری یہ نصیحت ہے کہ مجلس شوریٰ کا جہاں بھی انعقاد ہو اس سے پہلے منتظمین کوشش کریں کہ وہ کیسٹس جن میں مجلس شوریٰ سے متعلق میں نے ہدایتیں دی ہوئی ہیں ان کو خوب غور سے سنیں اور اگر ہو سکے تو ان میں سے بعض مجلس شوریٰ کے اراکین کو سنائیں بھی اس سے انشاء اللہ تعالیٰ ان کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ ابھی پچھلے سال ایک مجلس شوریٰ بیلجیئم میں منعقد ہوئی۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض پرانے مربی بھی موجود ہیں۔ ہمارے کیپٹن شمیم احمد صاحب بھی بڑے مخلص فدائی اور تجربہ کار احمدی ہیں لیکن مجلس شوریٰ کے وقت میں نے محسوس کیا کہ روایات سے ناواقفیت

ہے اور تصور پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ مجلس شوریٰ کیا ہوتی ہے۔ کیسے منعقد کی جاتی ہے؟ پس شروع میں میں نے ان کو بھی تفصیل سے سمجھایا اور جہاں تک مجھے یاد ہے اس کی ریکارڈنگ ہو چکی ہے اگر وہ ریکارڈنگ تمام ممالک کو نہ گئی ہو تو وہ حاصل کریں۔ اس میں آپ کو بہت سے ایسے امور مل جائیں گے جن کو سمجھے بغیر آپ کو مجلس شوریٰ کا صحیح تشخص نہیں ہو سکتا۔ پتہ نہیں لگ سکتا کہ شوریٰ ہے کیا چیز؟ کس نے مشورہ لینا ہے؟ کس سے لینا ہے؟ مشورے کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح دیا جاتا ہے؟ کیا مشورے کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے دنیا میں پارلیمنٹس میں فیصلوں کی حیثیت ہوتی ہے یا اس سے مختلف ہے؟ ان تمام امور پر میں نے اس میں روشنی ڈالی اور وضاحت کی ہے۔ پھر احمدیوں کے لئے نام پیش کرنے کے آداب۔ مجلس شوریٰ کس طرح منعقد کی جاتی ہے؟ یہ سارے امور بیان کئے ہیں لیکن اس سے پہلے غالباً سویڈن میں بھی اور انگلستان میں بھی اور ناروے میں بھی ان مضامین پر روشنی ڈال چکا ہوں اور وہ ساری کیسٹس مہیا ہو سکتی ہیں۔ اس تھوڑے وقت میں تفصیل سے میں دوبارہ روشنی تو نہیں ڈال سکتا لیکن یہ بتا رہا ہوں کہ ان کیسٹس سے آپ استفادہ کریں ان سے آپ کو مجلس شوریٰ سے متعلق بہت کچھ معلوم ہوگا اور مجلس شوریٰ کی اعلیٰ اقدار کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ باوجود نصیحتوں کے جب میں وہاں موجود نہ ہوں جہاں مجلس شوریٰ منعقد ہو رہی ہے تو کچھ لوگ رستے سے ہٹنے کی کوشش کرتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے میرے سامنے ان کا انداز اور ہوگا اور جب میں ان کو نہیں دیکھ رہا ان کا انداز اور ہوگا۔ یہ ایک بہت ہی خطرناک رجحان کی نشاندہی کرنے والی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مومن تو خدا کے سامنے زندگی بسر کرتا ہے اور خدا ہر جگہ ہے اور ہر وقت دیکھ رہا ہے جب تک یہ رجحان پیدا کر کے ہم اپنے فرائض کو ادا نہیں کرتے اس وقت تک تقویٰ کے لباس سے ہم عاری رہیں گے۔ تقویٰ کے بغیر ہماری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہے اور تقویٰ کے مضمون کی جان یہ ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ سبحان من یرانی۔ حضرت مسیح موعود.......... کی یہ نظم ہر بیاہ شادی کے اوپر آپ بار بار سنتے ہیں۔ جلسوں پر بھی سنائی جاتی ہے اور یہ مصرعہ تو ٹیپ کا مصرعہ ہے جو بار بار دہرایا جا رہا ہے۔ سبحان من یرانی۔ سبحان من یرانی۔ پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے۔ آپ یہ سوچا کریں کہ خدا دیکھ رہا ہے۔ اگر مجلس شوریٰ میں شامل ہوتے وقت آپ یہ خیال کریں کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہمارے اطوار ہمارے انداز پر اس کی نظر ہے اگر ہم نے کوئی بداخلاقی کی، اگر کسی طرح اپنے بھائی کا تحقیر سے ذکر کیا، کسی کا دل دکھایا، مشورہ دیتے وقت اپنی انانیت پیش نظر رکھی، اپنی چالاکی، اپنا زیادہ علم لوگوں کے سامنے دکھانے اور نمائش کرنیکی کوشش کی تو یہ ساری وہ باتیں ہیں جن کو خدا دیکھ تو رہا ہے مگر کراہت کی نظر سے دیکھ رہا

ہے اور اگر اپنے محبوب کی کراہت کی نظر انسان پر پڑے تو اس سے انسان کا وجود دھل جاتا ہے، لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اسی لئے انسان اپنے پیارے اور اپنے محبوب کے سامنے جس کے جذبات کی اس کے دل میں کچھ قدر ہوا کرتی ہے صاف ستھرا ہو کر بن ٹھن کر جاتا ہے اور اپنے عیوب پر پردے ڈال کر جاتا ہے۔ پہلی رات کی سہاگن جب اپنے خاوند کے سامنے جاتی ہے تو اس کو اتنا بنایا سجایا جاتا ہے، اس کے ہر قسم کے عیوب پر پردے ڈالے جاتے ہیں۔ ایسے غازے ملے جاتے ہیں جس سے چہرے کے داغ مٹ جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ خدا کے سامنے جو مومن کی روح نے جانا ہے تو اس سے زیادہ حسین سہاگن بن کر جانا چاہیئے اور خدا کے سامنے جانے کا مضمون تو یہ ہے کہ سبحان من یرانی۔ ہر حال میں اس کے سامنے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر حال میں ہر وقت خدا دکھائی دے نہیں سکتا اور یہ اللہ کا احسان ہے۔ اگر ہر وقت دکھائی دے تو مومن کی تو لرزتے لرزتے زندگی ختم ہو جائے۔ یہ خدا کی شان ہے کہ وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ اس کا باطن ہونا اس کے بندوں پر بہت بڑا احسان بھی ہے۔ اس لئے کہ وہ جب ہٹ جاتا ہے تو اس وقت کچھ تھوڑی سی زیادہ آزادی سی ملتی ہے۔ انسان تھوڑا سا RELAX ہو جاتا ہے اور جہاں میں RELAX کہتا ہوں تو میرا مطلب ہے وہ لوگ جن کو نیکی کی زندگی بسر کرنے کی پوری عادت نہیں پڑتی وہ بار بار کچھ آرام چاہتے ہیں اور خدا کا باطن یا غائب ہونا ان کو وہ آرام مہیا کر دیتا ہے لیکن ایسے مواقع جو خاص اہمیت کے مواقع ہیں مثلاً نماز کے لئے (بیت الذکر) میں جانا یا گھر میں نماز پڑھنا یا اہم دینی مجالس میں شامل ہونا ان مجالس پر خدا کے حاضر ہونے کا احساس بہت نمایاں ہو جاتا ہے پس جب میں کہتا ہوں کہ سبحان من یرانی کے مضمون کو پیش نظر رکھیں تو مراد یہ ہے کہ جب سجدہ گاہوں میں جائیں۔ جب خدا کی عبادت کے لئے کھڑے ہوں۔ جب خدا کے ذکر کی مجالس میں شامل ہوں تو اس وقت کم سے کم RELAX نہ ہوا کریں۔ اس وقت خدا کے تصور کو پوری طرح حاضر کر کے اپنے انداز کو اور اپنے اطوار کو سجائیں۔ ان کو زینت دیں۔ اپنے وجود کو ہر قسم کی شیطانی اداؤں سے محفوظ کر دیں۔ یہ مضمون بیان کرنا تھوڑا سا مشکل ہے۔ میرے ذہن میں ہے لیکن بعض دفعہ مناسب الفاظ حاضر نہیں ہوتے۔ مراد یہ ہے کہ جب خدا کی حضوری کا تصور آپ کے اوپر چھا جائے تو اس وقت انسان دو قسم کی حرکتیں خود بخود کریگا۔ ایک استغفار ہے جس کا مطلب ہے اپنی کمزوریوں کو چھپانا ان پر مٹی ڈالنا اور شرمندگی کا احساس چنانچہ حضرت آدمؑ کے واقعہ میں ہمیں حضوری کا یہ مضمون بتایا گیا ہے۔ انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کو سامنے حاضر دیکھ لیا حالانکہ پہلے بھی حاضر تھا۔ جب غفلت کا ارتکاب ہو رہا تھا اس وقت بھی خدا حاضر تھا مگر اس وقت غفلت کی آنکھ نے خدا کو ذرا اوجھل رکھا ہوا تھا۔ جب غفلت کی وہ آنکھ کھلی اور خدا کو قریب دیکھا تو پہلا ردعمل تھا کہ پتوں

سے اپنے وجود کو ڈھانپنے لگے یعنی اپنی کمزوریوں پر استغفار کے پردے ڈالے تو ایک تو یہ رد عمل ہے کہ اپنے عیوب کو چھپانے کی کوشش کریں اور اپنی کمزوریوں پر پردے ڈالیں مگر استغفار کے پردے، ریاء کے پردے نہیں اور دوسرا اپنے آپ کو حسین بنائیں ۔ دو ہی چیزیں ہیں ۔ نقائص کو چھپائیں اور اپنی خوبیوں کو چمکائیں اور اجالیں ۔ پس خدا کے سامنے جب باتیں کریں تو ایسی باتیں کریں کہ خدا کو ان پر پیار آئے ۔ ایسی باتیں کریں کہ جب آپ دنیا میں اپنے دوستوں کے سامنے باتیں کرتے ہیں تو دوستوں کو بھی آپ پر پیار آتا ہے ۔ پس دعا کا فن بہت ہی بڑا اور عظیم فن ہے اس میں ایک یہ بات بھی داخل ہے کہ باتیں کرتے وقت خدا کا دل پچکارنے کی کوشش کریں ایسی ادا بنائیں کہ جو خدا کو پسند آجائے ۔ چنانچہ بہت سے ایسے لوگ جو دعا کے متعلق مجھے لکھتے رہتے ہیں یہ بتاتے ہیں کہ جب بعض دفعہ دل اٹک گیا اور دل پر ایک قسم کا جمود سا طاری ہوگیا ۔ دعا کرنے کے لئے کوئی اندرونی قوت غیر معمولی جوش نہیں دکھاتی تھی تو اس وقت پھر ہم نے سوچ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے یہ یہ چالاکیاں کیں اور بعض چالاکیاں اتنی پیاری چالاکیاں تھیں کہ جب میں نے ان کو پڑھا تو مجھے یقین آگیا کہ یہ دعا تو قبول ہونی ہی ہونی تھی اور باقی صفحہ میں پھر اسی کا ذکر ملتا تھا کہ جب ہم نے خدا کو یہ کہا تو اچانک دل کے تالے کھل گئے اور روانی پیدا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ ان دعاؤں کو قبول کرلیا ۔ ابھی کل پرسوں کی بات ہے امریکہ سے ہماری ایک بہن کا فون آیا تھا انہوں نے بتایا کہ ایک موقعہ پر مجھے یہ فکر پیدا ہوئی اور ایسی تشویش تھی کہ اس کے نتیجہ میں بے چین ہوکر میں نے جو دعاء کی وہ اتنی جلدی مقبول ہوئی کہ میں حیران رہ گئی ۔ پس دوسرا پہلو جو خدا کی حضوری کا ہے وہ یہ ہے ۔ پہلا استغفار جب مجلس شوریٰ میں جایا کریں تو اپنی کمزوریوں پر نظر رکھیں اور سب سے بڑی کمزوری انانیت کی کمزوری ہے ۔ آپ کو بار بار نفس دھوکہ دیگا ۔ آپ کو شوخی سکھائے گا ۔ آپ کو اپنے کمزور کم عقل بھائی پر ہنسنے پر آمادہ کریگا ۔ تحقیر پر آمادہ کریگا ۔ غلط دلیل دینے والے کا مذاق اڑانے پر آمادہ کریگا ۔ کئی قسم کے شیطانی وسوسے ہیں جو ایسی مجالس جن میں اہم امور پر غور ہوتا ہے ان مجالس میں انسان کے دلوں پر اور دماغ پر قبضہ کرلیا کرتے ہیں اور یہ وساوس ہیں جو دراصل قوموں کو گمراہ کرنے کا موجب بنتے ہیں ۔ پس مجلس شوریٰ میں ان وساوس سے استغفار کے ذریعہ اپنی حفاظت کریں ۔ ہر قسم کے نفسانی خیال کو اپنے دل سے نکال پھینکیں اور پھر جب مشورہ دیں تو خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اور ایسی دعا کرتے ہوئے جس سے آپ سمجھتے ہوں کہ اللہ راضی ہوجائیگا ۔ اللہ کو آپ پر پیار آجائیگا ۔ خدا سے راہنمائی حاصل کریں ۔ اپنی چالاکیوں پر بناء نہ کریں ۔ پس ایسی دعاؤں کے ساتھ جن دعاؤں میں ایک قسم کی کشش پیدا ہوجاتی ہے جن دعاؤں کو خدا پیار سے دیکھے خدا

ے راہنمائی حاصل کریں اور عرض کریں کہ ہم یہ مشورہ تیری خاطر دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو ہماری عقلوں کو چمکا اور ہماری زبان میں طاقت پیدا فرما۔ ہم اپنی بات کو صحیح طریق پر سمجھانے کے اہل ہوں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد پھر خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ رہیں کہ ہم نے جو کچھ کرنا تھا کر دیا ہے ہماری بات چاہے قبول ہو یا نامقبول ہو ہم اسی طرح سلسلہ کے فدائی ہیں۔ اسی طرح سمعنا واطعنا کی روح کے ساتھ سلسلہ کے ہر فیصلہ کو قبول کریں گے جس طرح یہ بات کرنے سے پہلے ہم کرتے تھے یا کرتے رہے ہیں۔ یہ وہ تین باتیں ہیں جو میرے نزدیک مجلس شوریٰ میں برکت پیدا کرنے کے لئے اور روحانی طور پر مجالس شوریٰ کو زندہ کرنے کیلئے ضروری ہیں۔ ہر مشورہ دینے والا استغفار کے ساتھ حاضر ہو یعنی وضوء کر لے۔ ہر مشورہ دینے والا اپنی نیکیوں کو چمکائے اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو اور زینت لیکر خدا کے حضور حاضر ہو اور ہر مشورہ دینے والا جب کچھ مشورے دے بیٹھے تو پھر یہ عرض کرے کہ

سپردم بہ تو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

ہم نے مشورہ دیدیا۔ اب ماننے والے مانیں یا نہ مانیں ہم راضی ہیں۔ ہم نے تو جو کچھ راضی کرنا تھا کر دیا۔ اس روح کے ساتھ اگر آپ مجالس شوریٰ میں حاضر ہوا کریں اور ان کی اعلیٰ اقدار کو زندہ رکھیں گے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ مجالس شوریٰ جماعت کی اقدار کی حفاظت کریں گی اور جماعت کی ہمیشہ کی زندگی کی ضامن بن جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

تقرر نمائندہ ماہنامہ انصاراللہ برائے انگلستان

مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب ہڈرزفیلڈ یو۔ کے کو انگلستان کے لئے نمائندہ برائے ماہنامہ انصاراللہ مقرر کیا گیا ہے۔ مکرم مقصود صاحب خریداران ماہنامہ انصاراللہ سے چندہ کی وصولی اور توسیع اشاعت کے لئے کوششیں فرمائیں گے۔ احباب سے تعاون کی درخواست ہے۔

مینیجر ماہنامہ انصاراللہ۔ ربوہ

احمدیہ جماعت ایسی جماعت ہے جس کی فطرت کے اندر تقویٰ کا مادہ گوندھا گیا ہے

"نماز میں ایسی لذّت پیدا کرنا ضروری ہے یا نماز سے ایسا تعلق باندھنا ضروری ہے کہ دیگر تعلقات اسکے مقابل پر ہیچ ہو جائیں"

"اگر ہم انفرادی طور پر اور قومی طور پر یہ مزاج پیدا کر لیں کہ جب بھی دنیا کا مقابلہ دین سے ہوگا دنیا ہارے گی اور دین ضرور جیتے گا تو پھر اس قوم کو دنیا کی کوئی طاقت مار نہیں سکتی"

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۷۔ مئی ۱۹۹۳ء

بیت الفضل۔ لندن

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے حسب ذیل آیات کریمہ تلاوت فرمائیں:-

يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

بعدہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں ہر جمعہ کسی نہ کسی جماعت میں کوئی نہ کوئی ایسی تقریب منعقد ہو رہی ہوتی ہے کہ ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس جمعہ پر ہماری تقریب کا بھی یا افتتاح کیا جائے یا اس کا ذکر ضرور ہو جائے۔ شروع شروع میں دل رکھنے کی خاطر مجبوراً ایسا کرنا پڑے گا مگر بالآخر یہ

ایک ایسی ذمہ داری ہے جسے ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہو جائیگا۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتیں روز بروز ترقی کر رہی ہیں چند سال پہلے تک دنیا بھر میں جماعتوں کی جو تعداد تھی اب اس سے تقریباً ڈیڑھ گنی ہو چکی ہے اور جماعتوں کے بڑھنے کے ساتھ اس قسم کی تقریبات میں بھی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پھر جماعتی تقریبات ہیں۔ مجالسی تقریبات ہیں جو انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، اطفال الاحمدیہ وغیرہ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے شروع میں تو دلداری کی خاطر اور شوق بڑھانے کے لئے ان خواہشات کو ضرور پورا کرنا ہوگا۔

آج مجلس انصار اللہ یو۔ ایس۔ اے۔ کی طرف سے یہ درخواست ملی ہے کہ کل سے یعنی ہفتہ کے روز سے ہمارا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے اور ساتھ ہی مجلس شوریٰ بھی ہوگی۔ اس موقعہ پر ہمارے لئے خصوصی پیغام دیں۔ پہلا خصوصی پیغام تو یہی ہے کہ اللہ مبارک فرمائے اور کثرت کے ساتھ انصار کو اس میں شمولیت کی اور اس اجتماع سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ اجتماع میں شمولیت سے ایک رونق سی پیدا ہو جاتی ہے۔ دلوں میں ولولے سے اٹھتے ہیں اور انسان دو تین دن کے عرصہ میں ہی وقتاً فوقتاً بلکہ ساتھ بہ ساتھ ایمان میں ترقی کرتا ہوا محسوس کرتا ہے اور اجتماع کے دوران دلوں کی جو کیفیت ہوتی ہے اگر وہ سارا سال رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرے گی۔ پس میری نصیحت یہی ہے کہ ان کیفیات کی حفاظت کیا کریں۔ یہ مقدس امانتیں ہیں جو آپ کو جماعتی اجتماعات کے موقعہ پر عطا ہوتی ہیں خواہ وہ جلسہ سالانہ ہو یا دیگر ذیلی تنظیموں کی تقریبات ہوں۔ سب احمدیوں کا یہ تجربہ ہے کہ دلوں میں غیر معمولی طور پر ایک تموّج پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو پہلے سے بہت زیادہ جماعت کے قریب پاتا ہے اور نیکیوں کے قریب پاتا ہے تو ان کی حفاظت کے لئے اس تموّج کی حفاظت ضروری ہے۔ بعض نیکیاں ایسی ہیں جو انسان کو سنبھال لیتی ہیں اور حفاظت کرتی ہیں۔ بعض نیکیاں ایسی ہیں جن کی حفاظت کرنی پڑتی ہے تب وہ حفاظت کرتی ہیں۔ ایسی نیکیوں میں سے قرآن کریم نے نماز کی مثال دی ہے جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ تم نماز کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ تم نماز کی حفاظت کرو اور نماز تمہاری حفاظت کر رہی ہو۔ پس بہت سی ایسی نیکیاں ہیں جو حفاظت چاہتی ہیں اور مسلسل حفاظت چاہتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں آپ کو ان کی طرف سے بھی مسلسل حفاظت ملے گی اور اس کا آخری تعلق دل کے جذبہ سے ہے اور ولولہ سے ہے۔ اگر ولولہ جھاگ کی طرح اٹھے اور جھاگ کی طرح بیٹھ جائے۔ دو تین دن کے اندر سمٹ کر وہیں جولانی دکھائے اور وہیں ختم ہو جائے تو ایسے ولولہ سے مستقل فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ پس میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر ایسے اجتماع کے وقت

ہر فرد کو جو حصہ لے رہا ہو اس کو کچھ نہ کچھ فیصلے کرنے چاہئیں اور ان فیصلوں کی حفاظت کرنی چاہیئے ہر اجتماع کے موقعہ پر ہر شخص اگر یہ سوچے کہ میں نے جو لذت پائی تھی اسے ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے کیا طریق ہے تو ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان نمازوں میں باقاعدہ ہو جائے۔

اجتماع کا نماز کے ساتھ جو یہ تعلق ہے اس پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اجتماع اللہ کی خاطر نہیں اور جو سرور آپ حاصل کر رہے ہیں وہ خدا کی خاطر نہیں تو اس اجتماع کا ولولہ ایک جھوٹا ولولہ ہے۔ اس کو زندہ رکھنے کی ضرورت بھی کوئی نہیں۔ ایسے اجتماع کا ولولہ تو ہر میلے پر پیدا ہوتا ہے بلکہ بعض میلوں پر جانے والے جانتے ہیں کہ ان کو دینی اجتماعات کے مقابل پر میلوں میں شامل ہونے کا بہت زیادہ مزا آ رہا ہے۔ پس سب سے پہلی میری نصیحت یہ ہے کہ اپنے اس ولولے کا تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ آپ کو خدا کے قرب کی وجہ سے لذت آئی تھی۔ نیکیوں کے قریب ہونے کے نتیجہ میں لذت ملی تھی یا محض اس لئے کہ ایک ہنگامہ تھا۔ ایک رونق تھی۔ اچھی نظمیں پڑھی گئیں۔ اچھی تقریریں ہوئیں اور ایک ذہنی لطف اٹھا کر آپ اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ اگر قرب الٰہی کا احساس ہے۔ اگر یہ احساس ہے کہ نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر دن رات نیکی کی باتیں کر کے بہت مزا آیا ہے تو پھر لازماً اس جذبہ کی حفاظت ہونی چاہیئے اور یہ حفاظت نماز کر سکتی ہے اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نماز میں روزانہ پانچ دفعہ آپ کو بار بار ان ولولوں کا اعادہ کرنا ہوتا ہے۔ پانچ مرتبہ خدا کے حضور حاضر ہونا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو استوار کرنا ہوتا ہے۔ ان تعلقات کو دن بدن بہتر بناتے چلے جانا ہے۔ اگر ایسا ہو نمازیں زندہ رہتی ہیں۔ ایک معنی حفاظت کا یہ بھی ہے کیونکہ حفاظت کا شعور اور توجہ سے گہرا تعلق ہے غفلت اگر ہو تو حفاظت نہیں رہتی۔ میرا زندگی بھر کا یہ تجربہ ہے کہ نمازوں میں اگر ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو نمازوں سے انسان پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ پانچ وقت کی نماز جہاں ایک نعمت ہے وہاں ایک پہلو سے اس میں ایک خطرہ بھی مضمر ہے۔ جو چیز بار بار اسی طرح ویسے ہی جذبات کے ساتھ کی جائے اس سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اس سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے اس سے نیند سی آنے لگتی ہے اور انسان کوشش کرتا ہے کہ رسمی طور پر اس چیز سے گزر جاؤں اور پھر اپنے دلچسپ مشاغل کی طرف لوٹوں۔ یہ جو انسانی کیفیت ہے یہ اس بات کی مظہر ہے اور قطعی شہادت دے رہی ہے کہ آپ نے نماز کی حفاظت نہیں کی کیونکہ آپ نماز سے غافل ہو رہے ہیں اور جب آپ نماز سے غافل ہو رہے ہوں تو حفاظت ہو ہی نہیں سکتی۔ حفاظت کا مضمون ہمہ بیداری کا مضمون ہے۔ حفاظت کا مضمون بتاتا ہے کہ اپنی نماز میں ہمیشہ ایسا تنوع پیدا کرتے چلے جائیں کہ اس میں

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ستمبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

جلد نمبر ۳۴

شمارہ نمبر 9

شرح چندہ

پاکستان ——— تیس ۳۰ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ——— تین روپے

ایک تازگی پیدا ہو۔ ایک لذت پیدا ہو۔ نماز سے ایک نیا تعارف حاصل ہو اور وہ جاگا ہوا شعور نماز کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں پھر نماز آپ کی حفاظت کرتی ہے۔ اجتماع کے موقعہ پر خواہ وہ کیسا ہی اجتماع ہو جماعت کا کہہ لیں یا ذیلی تنظیموں کا، انسان کو ان باتوں پر غور کرنے اور ان تجارب کے نتیجہ میں کچھ مستقل فیصلے کرنے کا ایک موقعہ ضرور مل جاتا ہے۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ یونائیٹڈ سٹیٹس میں جو اجتماع ہو رہا ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ اس ریزولیوشن کی ضرورت ہے۔ یہ عہد باندھنے کی ضرورت ہے کہ ہم روزمرہ خدا کے قریب ہونیکی کوشش کریں گے کیونکہ خدا کے قریب ہونے کی کوشش تو ہر جگہ ضروری ہے لیکن بعض جگہ یہ زندگی اور موت کا بہت زیادہ مسئلہ بن جاتی ہے۔ ایسے غریب معاشرے جہاں خدا سے بدکانے اور دور ہٹانے کے سامان کم ہیں وہاں غفلت کے نتیجہ میں فوری ہلاکت واقع نہیں ہوا کرتی۔ غفلت کی حالت میں آپ رہ بھی سکتے ہیں کیونکہ اتنے لٹیرے نہیں ہیں۔ اتنے ڈاکو نہیں ہیں۔ اس لئے خطرات کم ہیں لیکن یونائیٹڈ سٹیٹس مغربی تہذیب کی سب سے بلند و بالا چوٹی ہے اور مغربی تہذیب میں مذہب کو نکال کر جو بدیاں پائی جاتی ہیں وہ تمام خدا سے دوری کی بدیاں ہیں۔ ان بدیوں کی پہچان یہ ہے کہ انسان خدا سے جتنا دور ہوتا اتنا ہی مادیت میں لذّت پاتا ہے اور خدا کے قرب سے گھبراتا ہے۔ جتنا وہ اپنی لذّت گاہوں کے قریب جاتا ہے خدا کے تصور سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور ان لذتوں کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں پھر خدا کا قرب تکلیف دینے لگتا ہے۔ بعض باتیں رفتہ رفتہ ہو رہی ہوتی ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ ہم سرکتے سرکتے کہاں جا پہنچے ہیں اور آگے ہمارا رخ کس طرف ہے۔ میں نے پہلے ایک دفعہ مثال دی تھی کہ اپنے بچوں پر نظر رکھ کر دیکھیں کہ ٹیلی ویژن پر وہ پروگرام دیکھ رہے ہوں اور ان کے کان میں آواز پڑے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز پڑھو تو پھر ان کے چہرے پر جو ردعمل ہے اس کا مطالعہ کر کے دیکھیں۔ بعض ایسے ردعمل ہوں گے کہ جو پڑھ کر والدین کے ہوش اڑ جانے چاہئیں کیونکہ وہ ان کی قطعی ہلاکت کی خبر دے رہے ہوں گے۔ وہ وہاں سے ایسی بیزاری سے اٹھیں گے کہ کیا عذاب، کیا مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔ ہم جب کوئی پروگرام دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آواز پڑ جاتی ہے کہ اٹھو جی نماز پڑھو۔ یہ کرو تو وہ کرو۔ یہ ردعمل بعض دفعہ دبا ہوا صرف اداؤں سے معلوم ہوتا ہے بعض دفعہ لفظوں سے ظاہر ہو جاتا ہے اور ایسے بچے انتظار کرتے ہیں کہ جب بھی ماں باپ کے دائرہ اثر سے باہر جائیں تو پھر اپنی مرضی کے رستے تلاش کریں، اپنی مرضی کی دلچسپیوں میں حصہ لیں اور یہ جو ہلاکت ہے یہ سب سے زیادہ مغرب میں ہماری نسلوں کو آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی ہے اور یہ وہ ہلاکت ہے جو سب سے زیادہ امریکہ میں پل رہی ہے اور وہاں سے پھر باقی ممالک کو ایکسپورٹ ہوتی ہے۔ نئی دنیا نے تعیش کے جتنے ذرائع ایجاد کئے ہیں ان کی پیداوار کی سب سے بڑی منڈی امریکہ ہے۔ اس

منڈی سے یہ مال ہول سیل خرید کر پھر غیر ممالک کو، دساور کو بھیجا جاتا ہے۔

میں نے یہ بات جو چند لفظوں میں بیان کی ہے اس پر آپ غور کر کے دیکھیں تو تمام تفاصیل میں یہ بات درست نکلے گی۔ پس امریکہ جیسے ملک میں رہتے ہوئے جب آپ اجتماعات منعقد کرتے ہیں، انصار کے ہوں یا لجنہ کے یا کسی اور کے تو دیکھنا یہ ہے کہ ان اجتماعات سے آپ کو باقی رہنے والا کیا فائدہ حاصل ہوا۔ تمام دوسری تقریریں جو مختلف موضوعات پر ہیں وہ اچھی ہونگی لیکن سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ امریکہ میں رہتے ہوئے اخلاقی قدروں کو جو خطرات درپیش ہیں۔ ہماری آئندہ نسلوں کو جو خطرات درپیش ہیں ان کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہوئے سب سے زیادہ زیر بحث لایا جائے اور اس کے متعلق ذرائع اختیار کئے جائیں۔ تدبیریں سوچی جائیں۔ ان پر دائماً عمل کرنے کے منصوبے بنائے جائیں اور پھر وقتاً فوقتاً جائزہ لینے کا انتظام بنایا اور نافذ کیا جائے۔ یہ سارے انتظامات جن کا میں ذکر کر رہا ہوں ان کا خلاصہ وہی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ قرب الٰہی کی کوشش کی جائے اور نمازوں کو قائم کیا جائے اور نمازوں کو قائم کرنے میں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا نماز میں ایسی لذّت پیدا کرنا ضروری ہے یا نماز سے ایسا تعلق باندھنا ضروری ہے کہ دیگر تعلقات اس کے مقابل پر ہیچ ہو جائیں۔ یہ اعلیٰ مقصد جب تک حاصل نہیں ہوتا نمازی محفوظ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی نمازیں محفوظ نہیں ہیں۔ اور یہ اعلیٰ مقصد حاصل کرنے میں بڑی جدوجہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس ضمن میں جو خطرات مغرب کی دنیا میں ہیں وہ مشرقی دنیا سے بہت ہی زیادہ بھیانک ہیں کیونکہ دو طرح کے فتنے یہاں بے دھڑک گھر گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور ہر گھر میں وہ کھل کھیل رہے ہیں اور کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے۔

ان فتنوں میں سے ایک مغربی آزادی کا تصور ہے۔ ایسا غیر متوازن تصور ہے کہ اگر آپ اس کا تجزیہ کر کے دیکھیں تو آپ کو حیرت ہو گی کہ کیسا جاہلانہ خیال ہے لیکن ہماری نسلوں کو اسی جاہلانہ خیال سے مذہب سے دور پھینکا جاتا ہے۔ ان ممالک میں اور خصوصاً امریکہ میں جب بچہ جوان ہو رہا ہو یا بیٹی بڑی ہو رہی ہو اور بلوغت کی عمر کو پہنچ رہی ہو تو اس کے سکول کی طرف سے، اس کے گردو پیش کی طرف سے اس کے دوستوں کی طرف سے اس کو پیغام ملتا ہے کہ مبارک ہو اب تم آزاد ہو رہے ہو۔ اے بچو! اب تم آزادی کے قریب پہنچ رہے ہو اور اس عمر میں داخل ہو رہے ہو کہ تمہیں اپنے ماں باپ کی اقدار کی پیروی کرنے کی، مذہبی اقدار کی پیروی کرنے کی، اخلاقی قدروں کی پیروی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ ساری فرسودہ باتیں ہیں۔ اس وقت تک یہ تم پر لازم ہیں جب تک تم ماں باپ کے گھر میں رہنے کے پابند ہو۔ جب تک ان کو کچھ اختیار ہے کہ تمہاری اخلاقی تعمیر میں کچھ کوشش کریں۔ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ گئے اب تم آزاد ہو۔ جس کے ساتھ چاہو راتیں بسر کرو۔ جو چاہو گند کرو۔ جس قسم کے ٹیکے لگوانے ہیں

لگواؤ۔ یہ دنیا چند روزہ ہے جیسے عیش کرنے ہیں عیش کر لو۔ تمہیں اب کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ کوئی روک نہیں سکتا۔ تم مادر پدر آزاد ہو۔

اب مادر پدر آزاد ہونے کا جو یہ محاورہ ہے یہ اردو کا محاورہ ہے اور اس زمانہ میں بنا تھا جب مادر پدر آزاد ہوتا ہی کوئی نہ تھا۔ کوئی قسمت کا مارا کہیں آزاد ہو جاتا ہو گا لیکن یوں لگتا ہے جیسے پیشگوئی کی گئی تھی اور یہ پیشگوئی سب سے زیادہ امریکہ پر صادق آ رہی ہے۔ وہاں ہر بچہ بلوغت سے پہلے بھی مادر پدر آزاد ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ نہ ماں کا اثر رہے نہ باپ کا اثر رہے اور معاشرہ اس کو یہ دھوکہ دیتا ہے اور شیطان اس کے کانوں میں یہ بات پھونکتا ہے کہ تم آزاد ہو اب تمہیں ان پابندیوں کی کیا ضرورت ہے۔

اس آواز کا جھوٹ اور فریب ایک اور آواز سے ظاہر ہوتا ہے جو ساتھ ہی کانوں میں پڑتی ہے اور وہ قانون کی آواز ہے۔ وہ آواز یہ کہتی ہے کہ دیکھو جو بلوغت سے پہلے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون توڑا کرتے تھے ان کی سزا کم ہوا کرتی تھی ان میں تم پوری طرح ذمہ دار نہیں تھے لیکن اب تم ایسی عمر کو پہنچ رہے ہو کہ خبردار جو تم نے کبھی قانون سے باہر قدم رکھا۔ ہمارے بنائے ہوئے قوانین یعنی انسانی قوانین کو اتنی طاقت ہے، اتنی عظمت ہے کہ اب بلوغت کی عمر کے بعد ان کو توڑنے کا بھی کبھی تصور نہ کرنا ورنہ پہلے اگر تمہیں قتل کے الزام میں وقتی معمولی سزائیں دی جاتی تھیں (اگر قتل ثابت ہو جائے تو) کیونکہ بالغ عمر کو نہیں پہنچے تھے لیکن اب اگر قتل کرو گے تو عمر قید بھی ہو سکتی ہے اور بعض ریاستوں میں پھانسی بھی لگ سکتی ہے تو یہ ایک اور آواز اٹھ رہی ہے۔ عمر وہی ہے۔ وہی عمر کی ایک لکیر ہے جس سے قدم دوسری طرف جانے والا ہے۔ خدا کے قانون کے مطابق ان قوموں کا یہ پیغام ہے کہ اے وہ بچے جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ رہے ہو مبارک ہو تم خدا کی خدائی سے آزاد کئے جاتے ہو۔ اخلاقی قیود کے متعلق ان کو پیغام ہے کہ اے بچو! جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ رہے ہو تمہیں مبارک ہو کہ ہر قسم کی اخلاقی قدروں سے ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔ معاشرتی اور تمدّنی طور پر ان کو یہ پیغام ملتا ہے کہ اے بچو جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ رہے ہو تم ماں باپ رشتے داروں، پرانی خاندانی اور روایتی قدروں سے آزاد کئے جاتے ہو۔ تم کو اب ان باتوں کی پیروی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو چاہو کرتے پھرو اور قانون کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ ہاں انسان کے بنائے ہوئے ہمارے ملک کے جو قوانین ہیں خبردار جو ان کو ٹیڑھی نظر سے دیکھا۔ عمر ایک ہی ہے اور پیغام دو ہیں۔ اسی کا نام دجل ہے۔ اسی کا نام دھوکہ بازی ہے۔ اگر بلوغت کی عمر کا تقاضا ذمہ داری تک کی عمر کو پہنچنا ہے تو دونوں طرف برابر یہی پیغام ملنا چاہیئے تھا۔ دونوں آوازیں یکساں اور ہم آہنگ ہونی چاہئیں تھیں۔ اور ملک کے بڑے بڑے جو بااثر لوگ ہیں یا سکولوں اور

کالجوں میں جو اساتذہ وغیرہ ہیں اور جو بچوں پر اثر رکھتے ہیں ان سب کو یہی کہنا چاہیئے کہ دیکھو تم انسانی قانون کی زد میں آرہے ہو۔ اخلاقی قانون کی زد میں بھی پہلے سے بڑھ کر ہو۔ مذہبی قانون کی زد میں بھی پہلے سے بڑھ کر ہو۔ اگر تم سچے ہو تو جس چیز کو تم سچائی سمجھتے ہو اس پر تمہیں پہلے سے بہت زیادہ ذمّہ داری سے عمل کرنا ہوگا۔ اس سے غرض نہیں ہے کہ تم عیسائی ہو یا مسلمان ہو یا ھندو ہو یا سکھ ہو۔ لیکن تم اس سچائی کو جس کو تم نے قبول کر رکھا ہے سچائی سمجھ کر قبول کر رہے ہو۔ پس اعلیٰ انسانی قدروں کا تقاضا ہے، بلوغ نظری کا تقاضا ہے کہ تم پہلے سے بڑھ کر ان چیزوں کی قدر کرو لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے بالکل بر عکس دو الگ الگ پیغام دنیا کو دیئے جا رہے ہیں۔ اجتماع کے موقعہ پر آپ کو یہ سوچنا چاہیئے کہ آپ کس ملک میں ہیں اور اس ملک کے خطرات کیا کیا ہیں اور ان کی نشاندہی کرنی چاہیئے اور یہ جو پیغام امریکہ کے لئے ہے یہی پیغام ساری مغربی دنیا کے لئے ہے۔ بسا اوقات میں مشرقی ممالک کی خرابیوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتا ہوں اب مغربی دنیا میں ہونے والے اجتماع کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ آج کے خطبہ کو زیادہ تر اسی دائرہ میں محدود رکھنا چاہیئے کہ مغربی دنیا میں احمدیت یعنی حقیقی .... کو جو مختلف قسم کے چیلنج مل رہے ہیں، مختلف قسم کے خطرات درپیش ہیں ان کے متعلق ہمیں کس طرح جوابی کاروائی کرنی چاہیئے اور طریقہ کار جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہی ہے کہ خدا کی طرف واپس جانا ہوگا۔ یہی خلاصہ ہے جو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی حفاظت نہیں اور اللہ تک پہنچنے کے لئے نماز سے بہتر اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ ان دو باتوں کے علاوہ اب میں تفصیل سے یہ بتا رہا ہوں کہ خطرات کی نشاندھی کریں کیونکہ قرآن کریم نے ہمیں پہلے سے متنبہ کر رکھا ہے کہ شیطان ایسی طرفوں سے، ایسی سمتوں سے، ایسے لباس میں حملے کرتا ہے کہ تم اس کو دیکھ نہیں رہے ہوتے۔ پس دو ہی وجود ہیں جن کے متعلق قرآن کریم نے اس قسم کے لفظ استعمال کئے ہیں کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے۔ ایک خدا ہے جس کے متعلق بار بار ہمیں بتایا گیا کہ دیکھو تم نہ بھی دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تم اس سے غافل نہ رہنا اور دوسری طرف انتہاء پر یہ بتا دیا گیا کہ شیطان بھی تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے یعنی اکثر آنکھیں بند کر لیتے ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس لئے تم جو مرضی کرتے پھرو اس کا مطلب یہ ہے کہ شعور پیدا کرو۔ خدا کو دیکھنے کا اپنے اندر احساس پیدا کر لو۔ اپنی فکر کی نظر سے اپنے جذبات کی نظر سے تم بھی خدا کو دیکھنے کی کوشش کرو اور اس پہلو سے جتنی رؤیت بڑھے گی اتنا زیادہ تم حفاظت میں آتے چلے جاؤ گے۔ دوسری طرف شیطان کو دیکھنے کی کوشش کرو۔ سمجھو کہ وہ کس طرف سے حملہ آور ہوتا ہے۔ عام دنیاوی زبان میں ایسا ہی مضمون ہے کہ تمہیں پتہ ہونا چاہیئے کہ تمہارے حفاظت کے سامان کہاں واقع ہیں۔ کہاں تمہاری بندوقیں۔ کہاں

تمہارے ہتھیار۔ کہاں تمہارے ساتھ کے مددگار۔ کون سے مضبوط قلعے ہیں جن میں تم محفوظ ہو سکتے ہو وغیرہ وغیرہ اور دوسری طرف یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ تمہاری کمزوریاں کون کون سی ہیں۔ کہاں سے دشمن حملہ کر سکتا ہے۔ نقب کہاں سے لگ سکتی ہے۔ کیسے ڈاکہ پڑ سکتا ہے۔ کون سے غفلت کے ایسے لمحات ہیں جن میں عام طور پر انسان سو جاتا ہے اور دشمن بیدار ہو جاتا ہے تو مضمون یہی ہے جو بیان ہوا ہے لیکن مذہبی اصطلاحوں میں وہ باتیں کی گئی ہیں۔ پس آپ کو شیطان کے متعلق نگاہ رکھنی چاہیئے کہ کہاں سے حملہ آور ہو گا۔ ان باتوں کی نشاندھی کرتے ہوئے میں نے ایک مثال دی ہے۔ ایک آپ پر اور آپ کی نسلوں پر حملہ کریگا کہ تم بالغ ہو چکے ہو۔ آزاد ہو۔ خدا کا قانون اب تمہیں پابند نہیں کر سکتا۔ تمہاری خاندانی روایات کی اب کوئی قیمت نہیں رہی۔ جو چاہو کرتے پھرو۔ یہ جھوٹ ہے جس سے متعلق بچوں کو سمجھانا ضروری ہے۔ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کے متعلق بہت چھوٹی عمر سے بچوں کو متنبہ کرنا ضروری ہے اور سمجھا کر ان کو ہم خیال بنانا ضروری ہے ورنہ اگر پہلے سے ہی ان کی ذہنی تیاری آپ نے نہ کی تو وہ ہاتھ سے نکل چکے ہوں گے پھر وہ ان کی بات مانیں گے اور آپ کی رد کر دیں گے کیونکہ غیر کی بات میں ان کے نفس کی تمنائیں ساتھ شامل ہیں۔ غیر وہ باتیں کرتا ہے جس کی طرف نفس کا رجحان اور بہاؤ ہے۔ انسان اس طرف جانا چاہتا ہے جس طرف بلایا جا رہا ہے اور دوسری طرف وہ ہے جہاں جانا نہیں چاہتا یعنی مشکل کام ہے۔ بے لذت کام ہے۔ ایک بوجھ ہے طبیعت پر اور جذبات کی کئی قسم کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ پس خلاصتہً ہماری تربیت کے مسائل یہی ہیں۔ ان پر مزید تفصیل کے ساتھ نظر رکھنا اور ہر سوسائٹی کی طرف سے جو خطرات درپیش ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر پیش بندی کرنا اور سوراخوں کو بند کرنا یہ رابطوں کے تحت قرآنی تعلیم ہے جس کے بڑے وسیع معنی ہیں۔ یہ بھی پیغام ہے کہ جن جن ملکوں میں تم رہتے ہو اور جن جن سوسائیٹیوں میں تم بستے ہو وہاں کے خصوصی خطرات کی نشاندہی کرو اور ان سوراخوں کو بند کر لو جہاں سے وہ خطرات داخل ہوا کرتے ہیں جیسے چوہوں کے بلوں کو بند کیا جاتا ہے۔ جیسے ان سوراخوں کو بند کیا جاتا ہے جہاں سے سانپ بچھو داخل ہو جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح انسانی اخلاقی دنیا کا حال ہے یہ واقعۃً جانور ہیں جو آیا کرتے ہیں۔ فرضی باتیں نہیں ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ شیطانی نظام کن معنوں میں کس طرح وسعت پذیر ہے کہ ہر حال میں کسی نہ کسی طرح انسان تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کوئی ایسا شیطان ظاہری طور پر الگ وجود ہے بھی یا نہیں یا ہر شیطان انسان کے نفس ہی میں ہے ان بحثوں سے الگ یہ بات قطعی ہے کہ شیطان ہے ضرور خواہ وہ خون میں دوڑ رہا ہو یا باہر سے حملے کر رہا ہو۔ اس کے حملے دکھائی دیتے ہیں اور نظر آتے ہیں۔ اس کے وسوسے انسان ہر روز سنتا ہے اور

ہر روز اکثر ان کے حق میں جواب بھی دے دیتا ہے۔ ہر قسم کے وسوسے جو نیکی سے بدی کی طرف کھینچتے ہیں وہ آنکھ کھلنے سے شروع ہو کر رات آنکھ لگنے تک جاری رہتے ہیں اور پھر آنکھ لگنے کے بعد بھی وہ سلسلہ اس طرح چلتا رہتا ہے کہ جو لوگ بدوساوس کا شکار رہتے ہیں۔ بری تمنائیں پالتے ہوئے دن بسر کرتے ہیں آنکھ لگنے کے بعد بھی نیند کے بعد بھی ان کی خوابیں اسی مضمون کی چلتی ہیں۔ وہ جو دن کے وقت کچھ کمی رہ گئی تھی۔ وہ خوابوں کی دنیا میں پوری ہو جاتی ہے خواہ وہ خوابیں یاد رہیں یا نہ رہیں لیکن یہ ایک طے شدہ مسلّہ حقیقت ہے کہ جیسی سوچیں لیکر انسان سوتا ہے ویسی ہی اس کو خوابیں بھی آتی رہتی ہیں اور پہلے جو شعوری پیغام ملا کرتے تھے اب وہ پیغام تحت الشعور میں ملنے شروع ہوتے ہیں اور بعض دفعہ وہ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ تحت الشعور کے پیغام اور زیادہ پوشیدہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ شیطان وہاں حملے کرتا ہے جہاں سے تم دیکھ نہیں رہے۔ پس دن کے جو خیالات ہیں ان میں انسان کسی حد تک واقف ہوتا ہے کہ ہاں مجھے بدی کا پیغام ملا ہے۔ بدی کی طرف میرا رجحان ہوا ہے لیکن ان باتوں کو سوچتے سوچتے جب آپ سو جاتے ہیں تو سوتے ہوئے تحت الشعور میں جو ہلچل مچتی ہے اور تمنائیں آپ کو خاص سمتوں میں روانہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ آپ کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ نیند سے بظاہر بڑے مزے سے آنکھیں ملتے ہوئے بیدار ہوتے ہیں اور ایک نیا دن شروع کرتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ بعض دفعہ رات کے بھوت اس نئے دن میں بھی آپ کا تعاقب کر رہے ہوتے ہیں، ساتھ چل رہے ہوتے ہیں اور وہ دکھائی نہیں دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نفس میں بعض بدیاں کرنے کے فیصلے ہو چکے ہوتے ہیں۔ لاشعوری طور پر ہو چکے ہوتے ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ میرے نفس نے رات کیا فیصلے کئے ہیں لیکن آئندہ جب آپ کو آزمایا جاتا ہے تو وہ رات کے فیصلے دن کے فیصلے بن جاتے ہیں۔ پھر آپ شعوری طور پر وہی حکم مانتے ہیں جو آپ کا لاشعور آپ کو دے رہا ہے۔ پس یہ بہت ہی گہرا مسئلہ ہے جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے کہ شیطان وہاں سے حملے کرتا ہے جہاں سے دکھائی نہیں دیتا۔ مومن کا کام ہے کہ ان جگہوں کی نشاندھی کرے، ان کو پہچانے اور ان کے مقابل پر مستعد رہے اور تمام دفاعی منصوبے بنائے اور حکمت کے ساتھ ان تمام سوراخوں کو بند کرے جہاں سے سانپ بچھو اور دیگر موذی جانور داخل ہوا کرتے ہیں۔

بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو مغرب میں عام ہوتی جا رہی ہیں لیکن امریکہ میں وہ بنتی ہیں اور وہیں سے اکثر باقی دنیا کو وہ برآمد کی جاتی ہیں۔ ان میں ایک PREGNANCY AND BIRTH OUT OF WEDLOCK ہے۔ اس کو میں نے انگریزی میں بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے بچے پیدا ہونا جن کو مذہبی قانون کی طرف سے پیدا ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں نے مذہبی قانون اس لئے کہا ہے کہ دنیا میں

بہت سے مذاہب ہیں خواہ ان کا تعلق خدا سے ٹوٹ بھی چکا ہو وہ بھی جب باقاعدہ اپنی شادی بیاہ کی رسوم کے مطابق میاں بیوی کو ملاتے ہیں تو ہر مذہب کی رو سے وہ بچے جائز ہیں اور ان کا حق ہے۔ پس خواہ وہ خدا سے بے تعلق بھی ہو چکے ہوں یہ اللہ کی رحمت عامہ ہے کہ اس نے یہ حق ساری دنیا کے مذاہب کو یا رواجات کو یا قوانین کو دے رکھا ہے۔ مذاہب کے علاوہ بھی وہ تمام رواج، تمام قوانین، تمام رسمیں جن کی رو سے مرد اور عورت کو میاں بیوی قرار دیا جاتا ہے اس کے بعد جو بھی اولاد پیدا ہوتی ہے مذہب کی نظر میں یعنی خدا کی نظر میں وہ جائز اور درست ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ اسلامی طریق پر شادی ہو یا کسی ہندوآنہ طریق پر شادی ہو مذہبی بنیادی قانون جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے یہی ہے کہ ہر قوم میں اپنے رسم و رواج کے مطابق جو شادیاں ہوتی ہیں ان کی اولاد درست ہے۔ اولاد درست سے مراد یہ ہے کہ اولاد کا پیدا ہونا ایک تسلیم شدہ قانونی حق ہے۔ امریکہ ایک وہ ملک ہے جہاں بدنصیبی سے اس حق کی سب سے زیادہ خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ ایک موقعہ پر میں نے اعداد و شمار پڑھے تو میں حیران رہ گیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ واقعۃً طبیعت لرز اٹھی کہ ان اعداد و شمار کی رو سے امریکہ میں ہر سال پیدا ہونے والے بچوں میں 33 فیصدی ناجائز بچے ہیں یعنی کسی قانون کی رو سے بھی ان کو پیدا ہونے کا حق نہیں ملتا۔ خواہ وہ ریڈ انڈین کا قانون ہو یا عیسائیت کا ہو۔ کوئی بھی ہو۔ دنیا کا قانون ہو تو ان کو گویا کسی مذہب نے، کسی رواج نے، کسی قانون نے دنیا میں آنے کا کوئی حق نہیں دیا اور یہ بد رسم اب امریکہ میں ایک وباء کی صورت میں چل پڑی ہے اور اس کو کوئی جرم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ سوال یہ ہے کہ اگر جرم نہ سمجھا جائے تو کیا یہ بچے جائز ہوں گے۔ جہاں تک رسم و رواج کا تعلق ہے خدا نے آزادی دی ہے۔ ان کی رو سے خواہ وہ کیسے ہی رسم و رواج ہوں جب بھی شادی ہو گی وہ جائز اولاد ہو گی لیکن اگر کسی رسم و رواج کی پیروی بھی نہیں کی جا رہی۔ کھلی آزادی ہے یعنی لڑکا اور لڑکی آپس میں ایک ایسا تعلق قائم کرتے ہیں جس کو معاشرے نے تسلیم نہیں کیا تو اس کے نتیجہ میں جو اولاد ہے اس کو ہم ناجائز اولاد کہتے ہیں۔ اگر ہر سال کسی ملک کے تیسرا حصہ بچے ناجائز اولاد بن رہے ہوں تو تین سال، چار پانچ سال، دس سال کے اندر اندازہ یہ لگایا جا سکتا ہے کہ ساری قوم کا خون ایک دفعہ گندا ہو چکا ہے اور یہ کئی بار ہو چکا ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک پہلو تو یہ ہے جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ عفت اور عصمت کی طرف آپ کو امریکہ میں خصوصیت کے ساتھ واپس آنا ہو گا اور اس کے لئے بہت وسیع جدوجہد کرنی ہو گی۔ ایسی جدوجہد جو جماعتی حدود کے اندر محدود نہ رہے بلکہ اچھل کر باہر سوسائٹی میں نکلے۔ انصار اللہ کے لئے ایک بہت اچھا موقعہ ہے کیونکہ خدام اس قسم کی جدوجہد اگر شروع کریں تو ان کے اپنے لئے خطرات لاحق ہیں۔ کئی ایسے مواقع ہوتے ہیں جہاں عورتوں کو بھی سمجھانا پڑتا ہے۔ ماں باپ کے پاس جانا پڑتا

ہے۔ ایک مہم چلائی ہے جس میں تعلقات اس نوعیت کے ہیں کہ بڑی عمر کے لوگ زیادہ بہتر رنگ میں اس مہم کو چلا سکتے ہیں۔ اس لئے انصار اللہ کو میرا دوسرا پیغام یہ ہے کہ یہ بات جس کی نشاندہی میں نے کی ہے اس سوراخ سے ساری اعلیٰ قدروں کو خطرہ ہے کیونکہ یہ دراصل اس بات کا پیغام ہے کہ آپ کی اگلی نسل کو کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں رہی اور ان کی زندگی خالصتہً لذّت طلبی کے لئے وقف ہو گئی ہے اور اتنا زیادہ آگے بڑھ چکے ہیں کہ ان کو کسی بات کا خوف نہیں رہا۔ کوئی ذمہ داری نہیں رہی۔ کوئی جوابدہی نہیں ہے جو چاہیں کریں اور معاشرہ اس کو قبول کرلے گا۔ ایسی صورت میں آئندہ کی ساری نسلوں کے تباہ ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ SINGLE PARENTS ایک والد یا والدہ بچوں کی دیکھ بھال کرے اور ناجائز بچوں کی اولاد کی صورت میں محض والدہ کے سپرد ہو جاتا ہے اور اس نے ہی اس کی دیکھ بھال کرنی ہے اور جیسی حالت میں وہ پیدا ہوا ہے وہ ماں اس کو اخلاقی تعلیم دے بھی نہیں سکتی۔ وہ اس کو عصمت کی طرف بلا ہی نہیں سکتی اور ایسے بچے شروع ہی سے ہاتھ سے نکلے ہوئے ہیں۔ یہاں ضمناً میں آپ کو یہ بات بھی بتا دوں کہ جہاں تک میں نے قرآن کریم کا یا سنت کا مطالعہ کیا ہے حق کے لحاظ سے خدا کی نظر میں اور اسلام کی نظر میں ہر بچہ برابر ہے اور معاشرہ اس کو اس کے بنیادی انسانی حق سے اس لئے محروم نہیں کر سکتا کہ وہ ناجائز اولاد ہے۔ ناجائز کا تعلق ماں باپ سے ہے۔ ناجائز کا تعلق اس معاشرے اور سوسائٹی سے ہے جس نے وہ ناجائز کام سامنے ہونے دیا ہے لیکن جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بے قصور ہے کیونکہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور فطرت سے مراد اللہ کی فطرت ہے۔ قرآن میں کہیں آپ کو یہ فرق دکھائی نہیں دے گا کہ فلاں قسم کا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور فلاں قسم کا بچہ فطرت پر نہیں پیدا ہوتا۔ اس لئے اس بنیادی بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ میں اس لئے سمجھا رہا ہوں کہ بعض احمدی میاں بیوی جن کے ہاں اولاد نہیں ہوتی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم نے فلاں جگہ سے بچہ مانگا ہے اگر وہ بچہ وہ نکلا جس کی ولدیت ہی جائز نہیں تو پھر ہم کیا کریں گے۔ ہمارے لئے یہ درست ہے کہ نہیں تو میں ایسے میاں بیوی ہوں یا دوسرے لوگ ہوں، ان سب کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے ہر بچے کو ایک برابر آزادی دی ہے اور انسانی قدروں میں برابر حقدار قرار دیا ہے اور ہر بچے کی عزّت نفس قائم فرمائی ہے جو اس عزّت نفس پر حملہ کرتا ہے وہ جہالت سے کرتا ہے اور وہ خدا کے مقابل پر کھڑا ہوتا ہے اس لئے ہر بچہ معصوم ہے اس بات کو پلے باندھ لیں ہرگز ایسی سوچیں نہ سوچیں یا ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس سے خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ظاہر ہونے والے بچے خواہ وہ اس کے قانون کے مطابق ہوں یا قانون کے خلاف ہوں مختلف طرح کے

سلوک کے محتاج سمجھے جائیں۔ انسانی قدروں میں سب برابر کے شریک ہیں۔ پھر لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (سورہ فاطر : آیت 19) کا قانون ہے کہ ایک بوجھ اٹھانے والے کا بوجھ دوسری جان پر نہیں ڈالا جائیگا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (سورۃ البقرہ : آیت 287) خدا کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا تو وہ بچہ جو معصوم پیدا ہوا ہے اس بیچارے پر ماں باپ کا بوجھ کیوں ڈالا جائے۔ جس نے گناہ کیا ہے وہی کمائے گا اور جو بے توفیق ہے جس کو یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ میں دنیا میں آؤں یا نہ آؤں۔ اس معاملہ میں اس کا کوئی دخل ہی نہیں ہے۔ اس کو خدا کیسے پکڑ سکتا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کے اعلان کے بعد اس کی پکڑ اور اس کا مؤاخذہ ہو ہی نہیں سکتا لیکن معاشرے پر یہ ذمہ داری ہے کہ آئندہ ان کو واقعۃً باخدا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ان کے ساتھ اچھا سلوک ہو، ان سے رحمت کا سلوک ہو ان کی تربیت کی طرف توجہ ہو تو یہ لوگ باخدا بن سکتے ہیں۔ ہمیں دو طرح کی جدوجہد کرنی ہوگی۔

اوّل: اس برائی کی بیخ کنی کے لئے خصوصاً مغربی ممالک میں مجالس انصار اللہ کو منصوبے بنانے چاہئیں اور حتی المقدور کوشش کرنی چاہیئے کہ احمدی نسلوں میں عفّت کا احساس پیدا ہو اور اس برائی کی جڑیں اکھیڑی جائیں کیونکہ اگر اس برائی کی جڑیں نہ اکھیڑی گئیں تو یہ برائی اپنے انتقام پر آمادہ ہوئی بیٹھی ہے۔ اس برائی سے ایسی بیماریاں جنم لے چکی ہیں جو ان بچوں کو ناحق دنیا میں داخل کرنے والوں کو اس دنیا سے نکالنے کا انتظام کریں گی۔ یہ خدائی انتقام ہے اور AIDS کے ذریعہ اس انتقام کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے اور دن بدن اس کے خطرات بڑھ رہے ہیں لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ بیماری غالباً اس صدی کے آخر پر آخری دو تین سالوں میں تیزی کیساتھ پھوٹے گی اور بہت بڑے پیمانہ پر ان مجرموں کو ہلاک کریگی۔ پس اس بات کو بھی پیش نظر رکھیں تو جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ انسان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔

پھر اس کوشش کا ایک فائدہ یہ ہے کہ چونکہ یہ کوشش معاشرہ میں چاروں طرف کی جارہی ہوگی اس لئے احمدیوں کے محفوظ ہونے کے زیادہ امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو باشعور طور پر اپنے گردوپیش کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ خود محفوظ ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کے خود ہلاک ہونے کا کم خطرہ ہے تو ایک یہ خطرہ ہے جس کی میں نشاندہی کر رہا ہوں۔ کہ یہ بیماری بہت تیزی کے ساتھ پھیلتی چلی جارہی ہے اور وبائی شکل اختیار کر رہی ہے اور اس کی روک تھام کے لئے وہ تمام اقدام کرنے ہوں گے جو اسلامی معاشرے نے پہلے سے کر رکھے ہیں۔ قرآنی تعلیم نے پہلے سے ہی ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔ اس منصوبہ پر عمل درآمد کا منصوبہ آپ نے بنانا ہے۔ منصوبہ پہلے سے ہی موجود ہے۔ عورت اور مرد کے متعلق جو فاصلے ڈال رکھے گئے ہیں۔ جو اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔

اپنی سجاوٹ کس کے سامنے ظاہر کرنی ہے اور کس کے سامنے نہیں کرنی اور دوسرے ایسے ہی قوانین مثلاً شراب کی مناہی ہے۔ بے پردعورت اور مرد کی مجالس کا اکٹھے لگانا اور بے حیائی کے ساتھ گفتگو کرنا، بے حیائی کے لباس میں رہنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایک لمبا منصوبہ ہے جو قرآن کی پیش کردہ تہذیب اور قرآن کے پیش کردہ تمدّن میں پہلے سے موجود ہے۔ آپ نے اس منصوبے پر نظر رکھ کر یہ منصوبہ بنانا ہے کہ اس کو دوبارہ رائج کیسے کرنا ہے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ ایک پردہ کے متعلق ہی آپ گفتگو کر کے دیکھ لیں۔ آپ کو کیسے کیسے جواب ملیں گے۔ ایک دفعہ اسلام آباد پاکستان کے متعلق مجھے اطلاع ملی کہ وہاں خواتین پردے میں زیادہ بے احتیاط ہوتی چلی جارہی ہیں تو میں نے ربوہ پیغام بھجوایا کہ تمام طرف سے کوشش کریں صرف لجنہ کا کام نہیں۔ نظارت اصلاح و ارشاد، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ وغیرہ سب مل کر مجموعی طور پر ایک مہم چلائیں اور اپنی بہنوں کو سمجھائیں۔ اپنی بچیوں کو بتائیں کہ اس میں کیا کیا خطرات ہیں۔ پردہ کے متعلق میں نے یہ معیّن نہیں کیا کہ ضرور برقعہ پہنا جائے مگر یہ بتایا کہ بہت سے خطبات میں عمومی روشنی مَیں ڈال چکا ہوں۔ پردہ اور ناپردہ ان دونوں کے درمیان ایک فرق ہے اور وہ برقعہ یا برقعہ کا نہ ہونا نہیں ہے۔ وہ فرق ایک رجحان کا فرق ہے اور صاف پہچانا جاتا ہے۔ ایک لڑکی بعض دفعہ برقعہ میں بھی بے پرد ہوتی ہے اور دوسری لڑکی عام لباس میں بھی پردہ دار ہوتی ہے تو میں نے ان کو سمجھایا کہ جو رجحان ہے وہ در اصل حقیقت میں پردے سے آزادی کا رجحان ہے باقی بہانے ہیں کہ ہم برقعہ نہیں پہن سکتے۔ جو نظر آرہا ہے وہ تو خطرات ہیں کہ ایک معاشرہ سے متاثر ہو کر سوسائٹی اس کے سامنے سجدہ ریز ہو چکی ہے یا اس سوسائٹی کے بعض لوگ سجدہ ریز ہو چکے ہیں اور پھر وہ بہانے ہیں کہ جی برقعہ میں بھی تو لوگ بے حیاء ہوتے ہیں ان کو پہلے آپ کیوں نہیں روکتے۔ ہماری طرف آتے ہیں اور ہم پہن بھی نہیں سکتے اور اس قسم کی دوسری بیہودہ باتیں تو مَیں نے ان کو سمجھایا کہ آپ بات وہ پیش کریں جس کا کوئی حقیقی جواب نہ ہو۔ پردے کی روح کو قائم کرنے کا جہاد ہے اور ماں باپ کو سمجھائیں کہ اپنی بچیوں کو جب آپ کالجوں میں بے پرد بھیجتے ہیں اور اسی طرح وہ ہیں جس طرح باقی معاشرہ ہے تو ان کو خطرات ہیں۔ اس کے نقصان ہوں گے۔ اس مہم کے جواب میں جو تلخ باتیں پیغام پہنچانے والوں کو سننی پڑی ہیں اس کی تلخیاں باقاعدہ مجھ تک بھی پہنچتی تھیں اور یوں لگتا تھا جیسے انتقام لیا جا رہا ہے کہ اصلاح کی کوشش کیوں کی جارہی ہے تو ایک ہی پہلو جو پردے کا پہلو ہے اسی کے لئے اگر آپ جدوجہد کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کتنے صبر کی ضرورت ہے۔ ہر اچھی بات کے جواب میں ایک بری بات آپ کو سننی پڑیگی کیونکہ جو شخص یہ فیصلہ کر چکا ہو کہ مَیں نے دنیا کی لذّت یابی میں کسی دوسری قدر کی پرواہ نہیں کرنی۔ میں نے اپنے مزے کی زندگی ضرور بسر کرنی ہے۔ کون ہوتا ہے میری آزادی کو روکنے

امام الکلام

وہ جو سچا نور ہے چمکے گا

"وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا۔ اور پھر با اخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا وہی رسول ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا........ جس نے مکہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دنیا کو تاریکی میں پا کر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا اس کے پہلے دنیا کیا تھی اور پھر اس کے آنے کے بعد کیا ہوئی؟ یہ ایک ایسا سوال نہیں ہے جس کے جواب میں کچھ دقت ہو اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لئے ہمارا دامن پکڑے گا کہ اس جنابؐ عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک ملک کے لوگ بھول گئے تھے اور اس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی اور ذلیل مخلوق کو اس ذوالجلال و قدوس کی جلد پر بٹھایا تھا اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے۔ جن میں سے ایک یسوع بھی تھا تو پھر اس رسولؐ کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑ پر کیا تھا وہ کیا دعویٰ تھا؟ وہ یہی تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے دنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیج دیا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اس رسولؐ مقبول نے اس دعوے کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں......... اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسول کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسول شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات لکھ رکھو کہ اب کے بعد وہ مردہ پرستی روز بروز کم ہوگی یہاں تک کہ نابود ہو جائے گی۔ کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا؟ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو رد کر دیگا؟ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے؟ اے سننے والو! سنو! اور اے سوچنے والو! سوچو! اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا"۔ (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ 9)

والا۔ جب آپ اس کی بھلائی کی باتیں اس سے کہتے ہیں تو وہ غصہ کرتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے۔ وہ آگے سے بھڑکتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری آزادی پر بھی حملہ کیا گیا اور میری عزت پر بھی ہاتھ ڈالا گیا۔ مجھے سمجھانے والا یہ ہوتا کون ہے؟ پس نصیحت کا کام بہت ہی مشکل کام ہے اور جتنا مشکل کام ہے اتنا ہی زیادہ حکمت اور سلیقے کی ضرورت ہے۔ بات کہنے کے انداز میں فرق ہو جاتا ہے۔ پس یہ نہیں ہے کہ محض ایک پیغام ہے جو آپ نے آگے پہنچا دینا ہے۔ یہ سوال پیدا ہو گا کہ کیسے پہنچایا جائے۔ کن لفظوں میں بات کی جائے۔ کیا براہ راست پیغام پہنچایا جائے یا کسی اور ذریعہ سے پہنچایا جائے۔ مثلاً ایک بچی کو آپ کسی ایسی حالت میں دیکھتے ہیں اور خدام الاحمدیہ یا انصار اللہ یا لجنہ کی طرف سے اس کو یا اس کے ماں باپ کو پیغام مل جاتا ہے کہ آپ کی بچی فلاں حالت میں دیکھی گئی تو کیا آپ کا خیال ہے کہ اس سے فائدہ ہو گا۔ ہر گز نہیں۔ بچی بھی بھڑکے گی۔ ماں باپ بھی بھڑکیں گے۔ غصہ پیدا ہو گا اور نظام کے خلاف منافرت کی ایک مہم چلائی جائیگی۔ وہ کہیں گے کہ تم پہلے اپنی بچیاں سنبھالو۔ ہم نے تمہاری بیٹیاں بھی دیکھی ہوئی ہیں۔ فلاں یہ کرتا پھرتا ہے اور فلاں یہ کرتا پھرتا ہے اور جو اندر ہو رہا ہے وہ سب کچھ ہمیں پتہ ہے۔ یہ جوابی حملے کے ٹکسالی کے جملے ہیں۔ یہ ضرور سننے پڑتے ہیں تو اصلاح کی مہم کو چلانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس میں غیر معمولی حکمت کی بھی ضرورت ہے اور غیر معمولی صبر کی بھی ضرورت ہے۔ حکمت سے اگر منصوبہ بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ میں کوشش کرتا ہوں کہ جب بھی مجھے کسی گھر کے متعلق معین اطلاع ملے کہ فلاں گھر ہے اس میں یہ خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں تو مختلف ذرائع سے ان کو سمجھا کر کہ یوں آپ نے کوشش کرنی ہے ان کو تاکید کرتا ہوں کہ اس ذریعہ سے فلاں ذریعہ سے اس احتیاط کے ساتھ اس گھر کو سنبھالنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ الا ماشاء اللہ اتنا حیرت انگیز طور پر مثبت نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ عش عش کر اٹھتا ہے کلام الٰہی کی سچائی پر۔ جس میں فرمایا گیا کہ فذکر ان نفعت الذکریٰ نصیحت کر اور یاد رکھ کہ اگر نصیحت حقیقی ہو اور سچی ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت جیسی ہو تو وہ ضرور فائدہ دیگی۔ پس بہت بڑی مہم ہے جو ہمارے سامنے ہے اور مغربی معاشرے کی صرف ایک ہی برائی میں نے ابھی بتائی ہے۔ بہت سے ایسے رجحانات ہیں جو سخت مہلک ہیں۔ بعض ان میں سے بڑے ہیں بعض چھوٹے ہیں لیکن بڑے اور چھوٹے ایک قسم کی مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی ایک قبیل ہے۔ ایک خاص طرز کی وہ بد اخلاقیاں ہیں جو ایک دوسرے کو طاقت دیتی ہیں اور دیکھنے میں بعض دفعہ بظاہر ایک چھوٹی سی علامت ظاہر ہوتی ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے یا جس شخص میں ظاہر ہو رہی ہیں وہ سمجھتا ہے کہ

اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے جب نوجوان بچیاں یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم نے بدکنا ہے اور قوانین یا اخلاقی قدروں سے باہر نکلنا ہے تو ان کے بالوں کے انداز میں، ان کے کپڑوں کے انداز میں چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں ہوتی ہیں اور ہر نظر اس کو پہچان سکتی ہے۔ اگر آپ ان کے ماں باپ کو یہ کہیں کہ اس کے بال ایسے تھے تو ماں باپ بھڑک کر کہیں گے تم اس کے بالوں کے متعلق کچھ کہنے والے کون ہوتے ہو۔ اس کا حق ہے جس طرح مرضی رکھے۔ آپ کہیں اس کے کپڑے ایسے تھے تو کہتے ہیں تم کون ہوتے ہو ایسا کہنے والے۔ اپنی بیٹیوں کے کپڑے سنبھالو۔ خبردار جو ہماری بیٹیوں کے کپڑوں پر بات کی۔ یہ سمجھانے کا طریقہ نہیں ہے۔ علامتیں سچی ہیں۔ انہوں نے جو پیغام دیا وہ ضرور سچا ہے لیکن ماں باپ کو سمجھاتے وقت محبت اور ہمدردی اور گہرے درد کے ساتھ علیحدگی میں ان کو کہنا ہو گا کہ آپ اپنی بچیوں کی حفاظت کریں۔ ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ آپ کا فکر ہے۔ آپ کو صدمہ پہنچے گا اور صرف ایک نہیں اور کئی انداز ہیں۔ پھر ساتھ اس کے لئے دعائیں کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ یہاں اجتماعات پر بھی مجھے بعض نوجوان خدام ایسے ملتے ہیں جو جماعتی کاموں میں نئے نئے شامل ہو رہے ہوتے ہیں لیکن کسی کے کان میں بندا لٹکا ہوتا ہے اور کسی کا آگے سے بٹن کھلا ہوتا ہے اور خاص طور پر بال دکھائے جا رہے ہیں اور امریکہ میں تو یہ بھی رواج ہے کہ اگر چھاتی پر بال نہ ہوں تو وگ لگ گئے ہیں نئی قسم کے وگ بن گئے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مردانگی کی ایک خاص علامت ہے۔ مردانگی کی علامت کیا ہے اور کس کے لئے ہے؟ معصوم بچیوں کے لئے ہے۔ ایک پیغام ہے کہ ہم حاضر ہیں۔ ایک پیغام ہے کہ ہم تمہیں اکسانے کے لئے بھی حاضر ہیں۔ اب دیکھنے میں ایک چھوٹا سا بندا ہے۔ دیکھنے میں ایک بٹن کھلا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے لیکن یہ سارے شیطان کے وہ بھیس ہیں جہاں شیطان عام آدمی کو دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر پہچاننے والی نظر ہو تو اس کو صاف دکھائی دیتا ہے۔ اب ایسے شخص کو آپ کہہ دیں گے کہ جی! تم نے بندا پہنا ہوا ہے۔ وہ کہے گا۔ تم پاگل ہو تمہاری مرضی ہے جو مرضی کرتے پھرو میں تو پہنوں گا۔ بٹن کھلا ہے تو تمہیں کیا تکلیف ہے تم بھی کھول لو۔ ایسے جواب دیں گے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جن احمدی بچوں کو میں نے پیار سے درد کے ساتھ سمجھایا ہے وہ ضرور سمجھتے ہیں۔ احمدیوں میں ایک خوبی ہے۔ وہ خوبی یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود...... کو قبول کیا ہے۔ وقت کے امام کو مانا ہے اس لئے نیکی کی قبولیت کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس جذبہ سے جیسا فائدہ آپ اٹھا سکتے ہیں دنیا میں اور کوئی اصلاح کرنے والا ایسا فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ یہ جماعت اگر متقیوں کی نہیں تو متقیوں کا مزاج رکھنے والی جماعت ضرور ہے۔ ایسی جماعت ہے جس کی فطرت کے اندر تقویٰ کا مادہ گوندھا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود.......... کی اس عبارت پر میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں فرماتے ہیں:-

"نصیحت کرنا اور بات پہنچانا ہمارا کام ہے۔ یوں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے۔ بعض اوقات جماعت کا اخلاص، محبت اور جوش ایمان دیکھ کر خود ہمیں تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور یہاں تک کہ دشمن بھی تعجب میں ہیں۔ ہزارہا انسان ہیں جنہوں نے محبت اور اخلاص میں تو بڑی ترقی کی ہے مگر بعض اوقات پرانی عادات یا بشریت کی کمزوری کی وجہ سے دنیا کے امور میں ایسا وافر حصّہ لیتے ہیں کہ پھر دین کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے............"

یہ ہے تذکرہ۔ اس کو کہتے ہیں الہیٰ سمجھانے کا رنگ۔ پیار اور محبت کے ساتھ ان کے دلوں کو پسمائیں۔ ان کو مائل کریں۔ ان کی خوبیوں پر نظر رکھیں۔ ان کا اعتراف کریں اور پھر ان خوبیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیکیوں کی طرف ان کو بلائیں۔ ان خوبیوں کا حوالہ دیتے ہوئے ان کو بدیوں سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت مسیح موعود........ فرماتے ہیں:۔

"ہمارا مطلب یہ ہے کہ بالکل ایسے پاک اور بے لوث ہو جاویں کہ دین کے سامنے امور دنیوی کی حقیقت نہ سمجھیں......"

یہ ہے وہ آخری فیصلے کی طاقت جو ہماری تقدیر کا فیصلہ کریگی۔ اگر ہم انفرادی طور پر اور قومی طور پر یہ مزاج پیدا کرلیں کہ جب بھی دنیا کا مقابلہ دین سے ہوگا دنیا ہارے گی اور دین ضرور جیتے گا تو پھر اس قوم کو دنیا کی کوئی طاقت مار نہیں سکتی۔ یہ زندگی کا وہ راز ہے جس کے ساتھ آپ چمٹ جائیں تو ہمیشہ کی زندگی پانے والے بن جائیں گے۔ فرماتے ہیں:۔

"اور قسما قسم کی غفلتیں جو خدا سے دوری اور مہجوری کا باعث ہوتی ہیں وہ دور ہو جاویں۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اس وقت تک حالت خطرناک ہے اور قابلِ اطمینان نہیں کیونکہ جب تک ان باتوں کا ذرہ بھی وجود موجود ہے تو اندیشہ ہے اور ایک دبدہ لگی رہتی ہے کہ کسی وقت یہ باتیں زور پکڑ جاویں اور باعثِ حبطِ اعمال ہو جاویں۔ جب تک ایک قسم کی مناسبت پیدا نہیں ہوتی تب تک حالت قابلِ اطمینان نہیں ہوتی"۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 605)

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود........ نے جس طرح فرمایا ہے جماعت میں تقویٰ نیکی حُسن کا مادہ موجود ہے۔ اس وقت اگر نصیحت کرنے والے حضرت مسیح موعود.............. کا انداز اختیار کرتے ہوئے نصیحت کریں تو ان کو بہت کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بہت سے بدکے اور دور جاتے ہوئے احمدی نوجوان یا ان کے والدین واپس آ سکتے ہیں اور آج کل جب کہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ تمام دنیا میں خطبات نشر ہو رہے ہیں۔ اطلاعیں یہ مل رہی ہیں کہ جماعت میں پہلے سے بڑھ کر ولولہ پیدا ہو گیا ہے۔ بڑے جوش اور شوق کے ساتھ بڑے بھی اور چھوٹے بھی کثرت سے آتے ہیں اور اسی ذکر پر اب میں اس

بات کو ختم کرتا ہوں کیونکہ اب کثرت سے شکوے آرہے ہیں کہ پہلے آپ ہمارے متعلق باتیں کیا کرتے تھے۔ ہم کیا کرتے ہیں۔ کس طرح دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ بڑا مزا آیا کرتا تھا۔ اب ایک دو خطبوں سے آپ نے ذکر نہیں کیا تو شکوہ دور کرنے کے لئے دو باتیں بتا دیتا ہوں۔ ایک تو ایک شخص نے بتایا کہ شوق کا یہ حال ہے کہ بچے بھی بڑی سنجیدگی سے جمعہ کا انتظار کرتے اور اپنے پروگراموں کو اس کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک گھر میں فون کیا تو بچے سے کہا کہ کیا حال ہے؟ اس نے کہا۔ ماں باپ تو ابھی آئے نہیں مگر کل چونکہ جمعہ ہے اور صبح جلدی خطبہ سننا ہے۔ (یہ امریکہ کی بات ہے) اس لئے میرا چھوٹا بھائی ابھی سو چکا ہے اور میں فوراً سونے جارہا ہوں۔ میرے پاس زیادہ باتوں کا وقت نہیں ہے۔ تو اب اس بچے کو پتہ تھا کہ صبح جلدی اٹھنا ہے اور خطبہ سننا ہے۔ یہ علامت ہے کہ خدا نے نصیحت کے لئے ان لوگوں کو ہمارے قریب کر دیا ہے۔ اس وقت فائدہ اٹھائیں اس وقت نصیحت سے ان کو ہمیشہ کے لئے اپنا بنالیں۔

دوسرے جرمنی سے ایک خاتون کا خط آیا کہ میں اپنے بچے کی ایک پیاری سی ادا بتاتی ہوں کہ ایک خطبہ کے موقعہ پر غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذکر پر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو میرا بچہ ٹیلی ویژن کی طرف دوڑا اور جیب سے رومال نکال رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کیا کر رہے ہو تو اس نے کہا کہ میں آنسو پونچھنے جارہا ہوں۔ پس یہ جو نئی نسل ہے یہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ خطبات کی برکت سے ایک عجیب انقلابی دور میں داخل ہو چکی ہے۔ یہاں سے نصیحتیں شروع کریں۔ ان کو اپنائیں۔ ان کو .... قدروں کے قریب کریں اور جو بڑے نسبتاً نرم ہو رہے ہیں لیکن پہلے سخت دل تھے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو نصیحت کریں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ امریکہ میں جماعت احمدیہ کم سے کم پہلے اپنے تمدّن اور معاشرے کو............ بنانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اور اگر ایسا ہو گا تو باقی امریکہ کے لئے بھی امید ہو سکتی ہے ورنہ امید کا کوئی پہلو باقی نظر نہیں آتا۔

آنحضرتؐ کی جاودانی زندگی پر ایک بھاری دلیل

حضرت ممدوحؐ کا فیض جاودانی جاری ہے

حضرت مسیح موعود .... فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرت ممدوحؐ کا فیض جاودانی جاری ہے اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے اٹھایا جاتا ہے اور ایک رُوحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے۔ نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثارِ صحیحہ صادقہ اس کے ظاہر ہوتے ہیں اور آسمانی مددیں اور سماوی برکتیں اور روح القدس کی خارق عادت تائیدیں ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں۔ اور وہ تمام دنیا کے انسانوں میں سے ایک منفرد انسان ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے اسرارِ خاصہ اس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے حقائق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت و عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس میں نمودار کر دیتا ہے اور اپنی نصرتیں اس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اس میں رکھ دیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اس کو بنا دیتا ہے۔ اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے۔ اور اس کے دل سے نکاتِ لطیفہ کے چشمے نکلتے ہیں۔ اور پوشیدہ بھید اس پر آشکار کئے جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان تجلی اس پر ظاہر فرماتا ہے اور اس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی استجابت دعاؤں میں اور اپنی قبولیتوں میں اور فتح ابواب معرفت میں اور انکشاف اسرارِ غیبیہ میں اور نزول برکات میں سب سے اوپر اور سب سے غالب رہتا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۲۱ تا ۲۲۲)

کلام الامام

آپ کا آنا خدا کا آنا ہے

"اس لئے قرآن کریم نے جہاں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہہ کر رسالت کے مقام پر تمام رسل اور انبیاء کے برابر کھڑا کر دیا وہاں آپ کو ایک اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا جس کا ذکر سورۃ احزاب کی آیت نمبر 41 میں موجود ہے اس لحاظ سے آپ رسول بھی ہیں اور خاتم الانبیاء بھی ہیں۔ خاتم الانبیاء یا ختم المرسلین ختم نبوت یا ختم رسالت کا جو مقام ہے اسے (......) اصطلاح میں مقام محمدیت کہتے ہیں اور اس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں..........

دراصل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیدا کرنے والے رب کے حضور جو منفرد مقام حاصل تھا اس کے اظہار کے لئے آپؐ کو خاتم النبیّین کہا گیا خاتم النبیّین یعنی مقام محمدیت قرب اتم کا مقام ہے با لفاظ دیگر آپؐ صفات باری کے مظہر اتم تھے۔ یہ شرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے دوسرا کوئی نبی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا۔ کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ رسالت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول شامل ہیں ان میں ہم نے کوئی فرق نہیں کرنا لیکن مقام محمدیت کے لحاظ سے آپؐ کو جو منفرد مقام حاصل ہے وہ صفات باری کے مظہر اتم ہونے کا مقام ہے اس مقام کو انسانوں کے مقابل میں انسان کامل کہتے ہیں اور قرب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے قریب تر۔ دوسرا کوئی شخص خدا کے پیار کے حصول میں آپؐ سے زیادہ اور قریب تر ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ غرض اس مقام محمدیت کو بیان کرنے کے لئے مختلف اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

.........اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ" جس کے ایک معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش رب کریم تک رفعت روحانی بخشی قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر فقرے اور ہر فقرے کے ہر لفظ کے بہت سے بطون ہوتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود....... نے اس کے ایک معنے یہ کئے ہیں کہ ایک وہ رسول جو ارفع ہے اپنے درجات کے لحاظ سے اور منفرد ہے رفعت روحانی میں۔ کوئی رسول اس مقام میں آپ کا شریک نہیں ہے قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم :5) کہ تخلق با خلاق اللہ کے مقام میں کوئی دوسرا انسان تو کیا کوئی دوسرا نبی بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ کوئی انسان آپ کے بلند مقام کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا یہ آپ کا مقام محمدیت ہے جس میں آپؐ تمام رسولوں میں افضل ہیں۔ قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ آپؐ کا کلام خدا کا کلام اور آپؐ کا ظہور خدا کا ظہور اور آپؐ کا آنا خدا کا آنا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثالث بحوالہ الفضل 17۔ اپریل 1973ء)

عربی منظوم کلام

وَلَکَ آیَاتٌ فِی عِبَادٍ حَمِدْتَہُمْ   وَلَاسِیَّمَا عَبْدٌ تُسَمِّیْہِ اَحْمَدَا

جن بندوں کی تونے تعریف کی ان میں تیرے نشان ہیں۔ خاص کر اس بندہ میں جس کا تونے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھا ہے

لَہٗ فِی عِبَادَۃِ رَبِّہٖ غَلْیُ مِرْجَلٍ   وَفَاقَ قُلُوْبَ الْعَالَمِیْنَ تَعَبُّدًا

رب کی عبادت میں اس کا دل دیگ کی طرح جوش کھاتا ہے اور عبادت میں سب مخلوق کے دلوں پر فائق ہو گیا ہے

وَمِنْ وَجْہِہٖ جَلّٰی بَعِیْدًا وَّاَقْرَبَا   وَاَصَابَ وَابِلُہٗ تِلَاعًا وَّجَدْجَدَا

اپنے مبارک چہرہ سے اس نے قریب و بعید کو نورانی بنا دیا ہے اور اس کا مینہ نشیب و فراز سب کو یکساں پہنچ رہا ہے

لَہٗ آیَتَا مُوْسٰی وَرُوْحُ ابْنِ مَرْیَمٍ   وَعِرْفَانُ اِبْرَاہِیْمَ دِیْنًا وَّمَرْصَدَا

اس کو موسیٰ کے دو معجزے اور ابنِ مریم کی روح حاصل ہے۔ اور ابراہیم کا عرفان بھی دین کی رُو سے اور طریقت کے لحاظ سے حاصل ہے

وَکَانَ الْحِجَازُ وَمَا سِوَاہُ کَمَیِّتٍ   شَفِیْعُ الْوَرٰی اَحْیٰی وَاَدْنَی الْمُبَعَّدَا

اور حجاز اور دوسرے ملک میّت کی طرح تھے مخلوق کے شفیع نے زندہ کر دیا اور دُور کو نزدیک کر دیا

وَکَانَ مُکَاوَحَۃٌ وَّفِسْقٌ شِعَارُہُمْ   یُبَاہُوْنَ مُرْتَجِیْنَ فِی سُبُلِ الرَّدٰی

اور بدگوئی اور فسق ان کا طریق تھا۔ ہلاکت کی راہوں میں فخر کے ساتھ مٹک کر چلا کرتے تھے

فَلَمْ یَبْقَ مِنْہُمْ کَافِرٌ اِلَّا الَّذِیْ   اَصَرَّ لِشِقْوَتِہٖ عَلٰی مَا تَعَوَّدَا

پس ان میں سے کوئی بھی کافر نہ رہا تھا بجز ایسے شخص کے کہ شقاوت سے اپنی عادت پر مصر رہا

(درثمین عربی مترجم صـ ۴۸-۴۹)

فارسی منظوم کلام

مصطفیٰؐ مہرِ درخشانِ خدا است　　بر عدوش لعنتِ ارض و سماست

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا چمکتا ہوا آفتاب ہیں۔ اُن کے دشمن پر زمین و آسمان کی لعنت ہے

ایں نشانِ لعنت آمد کایں خساں　　ماندہ اندر ظلمتے چوں شپّراں

لعنت کا یہی تو نشان ہے کہ یہ ذلیل لوگ چمگادڑوں کی طرح اندھیرے میں پڑے ہیں

نے دلِ صافی نہ عقلِ راہ بیں　　راندۂ درگاہ ربّ العالمین

نہ ان کا دل پاک ہے نہ ان کی عقل راستہ دیکھنے والی ہے۔ وہ رب العالمین کی درگاہ سے مردود ہیں

جاں کنی صد کن بکینِ مصطفیٰؐ　　رہ نہ بینی جز بہ دینِ مصطفیٰؐ

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں سینکڑوں دفعہ بھی تیری نوبت جانکنی تک پہنچ جائے پھر بھی تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے سوا سیدھا راستہ نہیں پائیگا

تا نہ نورِ احمدؐ آید چارہ گر　　کس نمے گیرد ز تاریکی بدر

جب تک حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چارہ گر نہ ہوگا تب تک کوئی اندھیرے سے باہر نہیں نکل سکتا

از طفیلِ اوست نورِ ہر نبی　　نامِ ہر مُرسل بنامِ او جلی

ہر نبی کا نور اُسی کے طفیل سے ہے اور ہر رسول کا نام اُس کے نام کی وجہ سے روشن ہے

آں کتابے ہمچو خور دادش خدا　　کز رخش روشن شد ایں ظلمت سرا

خدا نے اسے سورج کی طرح کی ایسی کتاب عطا کی کہ اُس کے رُخِ روشن سے یہ اندھیرا جہان چمک رہا ہے

(درثمین فارسی مترجم ص ۱۲۵ ۔ ص ۱۲۶)

ظہورِ خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی   جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی، اندھیرے پہ اندھیرے   ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
ہر سمت فساد اُٹھا، عصیاں میں ڈوب گئے   ایرانی و فارانی، رُومی و بخارائی
اللہ رہا کوئی نہ کوئی پیام اُس کا
طاغوت کے بندوں نے ہتھیا لیا نام اُس کا
تب عرشِ معلّیٰ سے اک نور کا تخت اُترا   اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر   پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل، سب ظلم ہوئے زائل   اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت، چوپٹ ہوا کام اُس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا، نہ بام اُس کا
وہ پاک محمدؐ ہے سب کا حبیب آقا   انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اُس کا   قدموں پہ نثار اُس کی جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی ہے جو بزمِ مہ و انجم   واللہ اُسی کی ہے سب انجمن آرائی

دِن رات درُود اُس پر ہر ادنیٰ غلام اُس کا
پڑھتا ہے بصد منت چپتے ہوئے نام اُس کا

آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی　　　ہم دَر کے فقیروں کے بھی بخت سنوار آئے
ظاہر ہوا وہ جلوہ جو اُس نے نگہ پلٹی　　　تو حُسنِ نظر اپنا سَو چند نکھار آئے
اے چشمِ خزاں دیدہ کھل کھل کے سماں بدلا　　　اے فطرتِ خوابیدہ اُٹھ اُٹھ کہ بہار آئے

نبیوں کا امام آیا اللہ امام اُس کا
سب تختوں سے اونچا ہے تخت عالی مقام اس کا

اللہ کے آئینہ خانے سے شریعت کی　　　نکلی وہ دُلہن، کر کے جو سولہ سنگھار آئے
اُترا وہ خدا طورِ سینۂ محمدؐ پر　　　موسیٰ کو نہ تھی جس کے دیدار کی یار آئے
سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کچھ لمحے　　　جو اُس کے تصوّر کے قدموں میں گذار آئے

وہ ماہ تمام اُس کا مہدی تھا غلام اس کا
روتے ہوئے کرتا تھا وہ ذکر مدام اس کا

دل اس کی محبّت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا　　　اخلاص میں کامل تھا وہ عاشقِ تام اس کا
وہ مرزا غلام احمد جس کا، در و بام اس کا　　　گھر اُس کا تھا، دَر اس کا، زر اس کا تھا، دام اسکا

یارب بڑی چاہت سے لب لیتے ہیں نام اس کا
کیوں آنکھ رہے تشنہ بھر دیجیے جام اس کا
